

سید طہرین احمد

اُحْرازُ الْعَوَائِدِ وَتَشْدِيدُ الْعَقَائِدِ

اُردو ترجمہ

فَوَائِدُ الشَّاهِدِ نَوَاحِجُ الْمَقَاصِدِ

MAAB 1431

مقدمہ نگار و مترجم

منفکر و حیدر پروفیسر خواجہ محمد لطیف انصاری

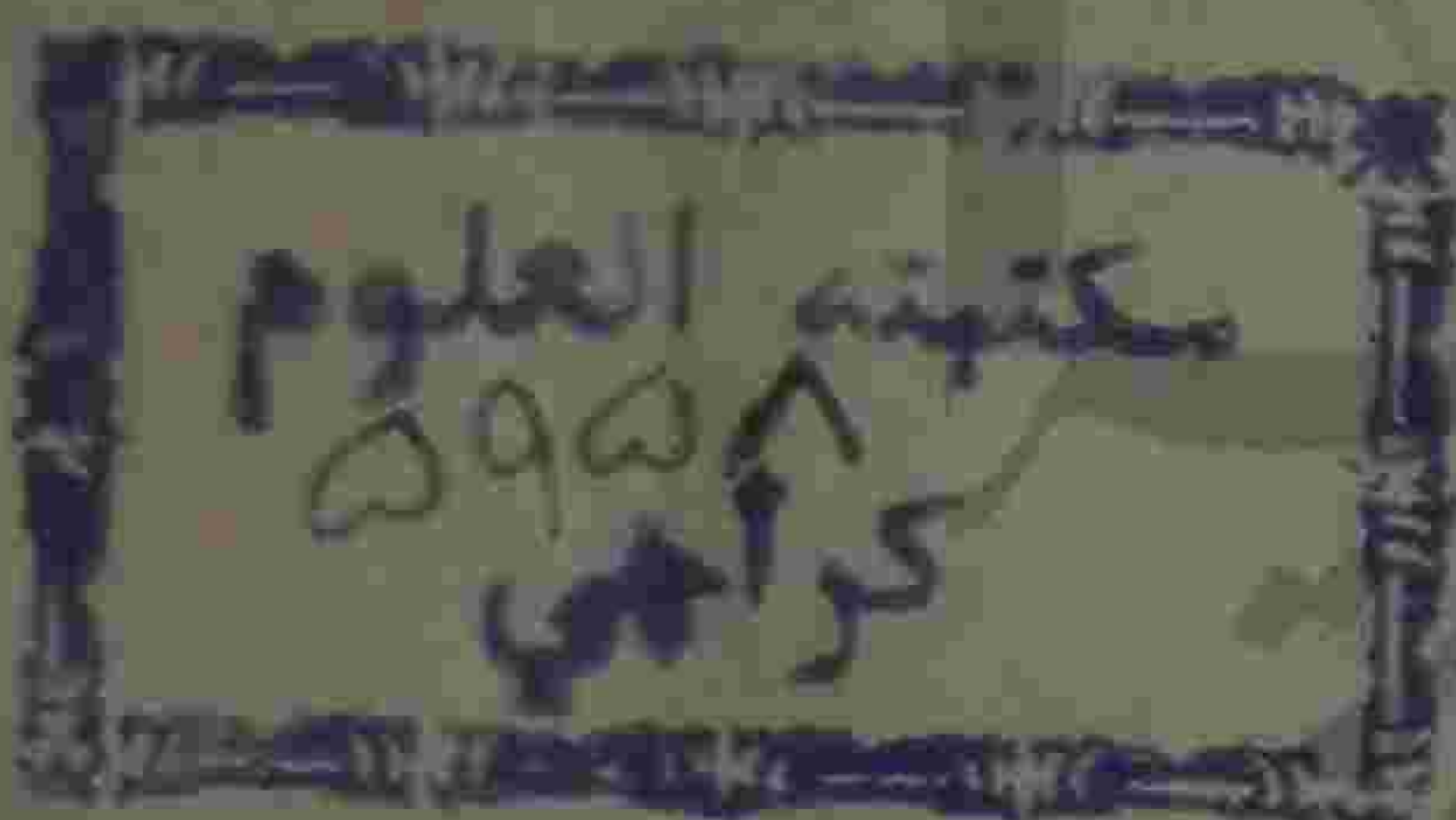


# احرار العوائد شريد العقائد

اردو ترجمہ

## فوائد المتشاكس نتائج امه صمد

تقریرات عارف ربانی استاذنا الشیخ بقصر المتنبری رحمۃ اللہ علیہ



مقدمہ نگار و مترجم

منفک و حبیب پروفیسر خواجہ محمد لطیف انصاری

۱۳۷۶ھ  
۱۹۵۶ء  
بفرمالش

حبیب لبیب انخ ایمانی الحاج شیخ  
حسین بخش بھدانی سوداگر ملتان شہر



# بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِنَّا خَنُّ نَحْيِ الْمَوْتَى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ

(البقرہ - آیت ۱۲۸ پ ۲۲)

بیشک ہم ہی مردوں کو زندہ کریں گے اور لکھیں گے جو کچھ وہ آگے بھیجتے ہیں اور جو آثار ان کے پیچھے رہ جاتے ہیں ۛ

برائے ایصال ثواب

مرحومہ حسنینہ بانو نور اللہ مرقدہ بنت الحاج شیخ حسین بخش بہارنی کراچی

سوداگر ملتان شہر

maablib.com

در محمد و آل محمد کا بھکاری

محمد لطیف انصاری

(تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور)



# تقریظ

السید محمد السند محمد المحقق المتوحد والناشد تفسیر حسین صاحب قند لکھنوی

صدر الاقال مدظلہ العالی

بسمہ تعالیٰ

”اتراز العوائد و تشہید العقائد“ ترجمہ ”ذائد المشاہد“ علامہ شیخ جعفر قسری کا مفید ترین صحیح اور سلیس ترجمہ ہے۔

جناب شیخ جعفر قسری عراق و ایران کے مشہور عالم و واعظ تھے۔ زیر نظر کتاب ان کی ذاکری کا ایک نمونہ ہے۔ جو تاریخ ذاکری میں کارآمد ہونے کے علاوہ اس لئے قابل توجہ ہے کہ اس میں فقط نکتہ آفرینی اور لطفت اندوزی پر اکتفا نہیں کی گئی، بلکہ سامعین کو ”دعوت دین“ ”تذکیہ نفس“ اور عذاب آخرت سے ڈرانے، تقویٰ کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی گئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ کتاب میں نہج البلاغہ کے مواظظ کو موضوع فکر بنا کر مواد میں بڑی اہمیت پیدا ہو گئی ہے۔

عالیجناب، مفکر و حید، فاضل مدید، خواجہ محمد لطیف صاحب نیت مکارنم قابل ستائش ہیں کہ موصوف نے اس مفید و بلند پایہ کتاب کو ہماری زبان میں منتقل کر کے واعظین، سامعین اور دین داروں کے لئے اس کا مطالعہ آسان کر دیا ہے۔ یقین ہے کہ ہم اس ”تذہیب“ سے ڈریں، اور اپنے نفوس کو ان ہلاکت آفرین مراحل سے بچا سکیں گے۔



مولانا نے آغازِ کتاب میں ایک بہت مفید اور قابلِ توجہ مقدمہ بڑھا کر کتاب کی افادیت میں اضافہ فرمایا ہے۔ خداوندِ عالم موصوف کو ہوائے نیر اور ہمیں اس کتاب سے استفادہ ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

مر قاضی احسن عفی عنہ

۲۶ ذیقعد ۱۳۶۵ھ ہجری

MAAB 1431

maablib.com



استاذنا علامہ شیخ جعفر شوشتری اعلیٰ الشہ مقامہ  
کی

## شخصیت اور طرز بیان

علامہ سید ابن حسن صاحب مخفی مظلہ العالی نے الارشاد والعزائم پر تبصرہ فرماتے ہوئے  
جریدہ فریدہ ہفت روزہ "رضا کار" لاہور کی اشاعت ۲۴ اکتوبر ۱۹۵۵ء کے نقد و نظر  
کے کالم میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے ہم یہاں اسی پر اکتفا کرتے ہیں :-  
الارشاد والعزائم ترجمہ المواعظ والبقا، مترجم فاضل بنیل جناب پروفیسر خواجہ  
محمد لطیف انصاری۔

"علم و عمل کی دنیا میں "ارشاد و عزا" کی بات چلے، محراب و منبر کے  
سلسلہ میں مواعظ و بکا کے تذکرے ہوں اور علامہ شیخ جعفر شوشتری اعلیٰ الشہ  
مقامہ کا نام نامی نہ آئے یہ محال عقلی نہ سہی تو محال عادی ضرور ہے، نہ ہر وقت  
کی تبلیغ محبت و معرفت کی تلقین اور خصائص حسینیہ کی نشر و اشاعت  
اسی عارف و فقیہہ واعظ کی زندگی کا سب سے بڑا نصب العین تھا۔"  
زیر نظر مجموعہ علامہ شیخ جعفر شوشتری ہی کی پودہ تقریروں کا ترجمہ ہے جس میں  
نہ کہیں پرشاعرانہ بناؤ سنگار ہے نہ فلسفیانہ ایچ پیچ اور مناظرانہ چٹاخ پٹاخ، ہاں  
جو حصہ بھی آنکھوں کے سامنے آجائے علمی وقار کے آگے سرخم ہو جاتا ہے۔ پرفلوں  
سادگی دل موہنے لگتی ہے۔ اور بیان درد سے وہ کیفیت طاری ہوتی ہے کہ  
کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے۔

تمام مواعظ میں مرکز خطاب نفس انسانی ہے جو باختلاف نظریات آماجگاہ جذبات  
یا سرچشمہ احساسات ہے۔ بہر طور یہ مافی ہونی حقیقت ہے کہ اچھی خواہشیں



نیک باطنی کے آثار اور بُرے میلانات بد نفسی کے مظاہر قرار دیے جاتے ہیں۔  
 نیز یہی وہ ستمہ اخلاقی پیمانے ہیں جن سے انسان کے انفرادی کردار اور اجتماعی میریت  
 کے ہر سیت و بلند کی پیمائش ہوتی ہے۔ بالخصوص ”وجدانِ مسترت“ جس نے  
 اخلاقیات میں ایک مستقل مکتب خیال کی طرح ڈال دی ہے اور سب سے اہم  
 جذبہ یعنی غم جس کے ہوتوں آدمی آدمی ہے اور یہ نہیں تو کچھ نہیں، بقول حکیمِ مراد آبادیؒ  
 دل گیا، رونقِ حیات گئی، غم گیا، ساری کائنات گئی  
 چنانچہ وسعتِ اثر کے پیش نظر محترم خواجہ صاحب نے اپنے فاضلانہ مقدمہ  
 میں عواطفِ بشری کے جملہ علائق کا تجزیہ فرماتے ہوئے شہستانِ زندگی کی شمعِ فروزاں  
 ”وجدانِ غم“ کے گوشہ گوشہ پر مبصرانہ روشنی ڈالی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر الموعظ  
 والیکا کو مصحف ”درد و پند“ مان لیا جائے تو خواجہ صاحب کے اس طویل  
 و معقول دیباچہ کو تفسیرِ کبیر کا درجہ حاصل کرنے میں کوئی شے مانع نہیں ہو سکتی۔



# اعتماد

”الارشاد والعزاء“ کی اشاعت میں اس ارادے کا اظہار کیا گیا تھا کہ مرحومہ دُخترِ حسینہ بانو کے ایصالِ ثواب کے لئے سالِ آئندہ خصالِ حسینہ کا ترجمہ شائع کیا جائے گا۔ چنانچہ بعض مقامات سے مومنین نے اس کے لئے خطوط ارسال فرمائے ہیں۔ یہ کتاب بعض وجوہ سے شائع نہ ہو سکی۔ اس لئے ضروری ہو گیا کہ مومنین کی خدمت میں معذرت پیش کر دوں۔

(اولاً) یہ معلوم ہوا کہ خصالِ کسا ترجمہ اس سے پہلے ہو چکا ہے اگرچہ نایاب (ثانیاً) ترجمہ کے لئے خصالِ کسا کوئی نسخہ عربی یا فارسی کا دستیاب نہ ہو سکا اس لئے ارسالِ اس کتاب کے ترجمہ کی اشاعت سے قاصر رہا۔

بہوتکہ مرحومہ کی خدمت بہر حال مطلوب تھی۔ اس لئے فوائد المشاہدہ میں سے سہ ماہی کا انتخاب کر کے ان کا ترجمہ مومنین کی خدمت میں حاضر کیا جاتا رہا ہے۔ میں ان مجاہد کے مترجم مفکر و حمید علیہ السلام انصاری صاحبِ قید کا نہایت ہی احسان مند ہوں کہ انہوں نے باوجود عظیم الفرصتی بیماری درخواست کو منظور فرما کر اس کا رخیر کو صراحتاً دیا۔ مرحومہ کی روح بھی ان کی شکر گزار ہو گی۔

مومنین سے نہایت ہی عاجزی ادا ادب کے ساتھ ملتی ہوں کہ اس خدمت کی قبولیت اور مرحومہ کی مغفرت و بلند درجات کے لئے غلوں دل سے دُعا کریں۔ آئندہ بھی بشرطِ حیات کسی نہ کسی کتاب کی اشاعت سے مرحومہ کی خدمت کو تادہ ہوں گا۔



کتاب "احراز العوائد و تشہید العقائد" ترجمہ "فوائد المشاہد" جزء اول کے لئے  
 خرچ محصول ڈاک وغیرہ مومنین پاکستان سوازی چھپ آنہ بصیفہ منی آرڈر جناب  
 مولانا مولوی السید گلاب شاہ صاحب پرنسپل مدرسہ جعفریہ مخزن العلوم شیعہ  
 میانی ملتان کی خدمت میں بھیج کر کتاب طلب فرمائیں۔

مومنین ہندوستان سوازی چھپ آنہ خرچ محصول ڈاک وغیرہ بصیفہ منی آرڈر  
 یا ٹیکسٹ کی شکل میں جناب مفتی ابراہیم صاحب کلرک مدرسہ ناظمیہ وکٹوریہ اسٹریٹ  
 لکھنؤ کی خدمت میں بھیج کر کتاب مطلوبہ ملتان کے مذکورہ بالا پتہ سے طلب  
 فرمائیں۔

خاک نشین :-

حسین بخش ہمدانی

گودڑی بازار، شہر ملتان



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# مُفْتَدِم

خطبہ

حمداً لمن خلق الإنسان وعلمه البيان  
والصلوة والسلام على من علمه القرآن  
والله الامجاد الذين هم ابلغ في البتيان  
اما بعد فقد قال الله المتكلم المنان

أدع الى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة  
آية مبارکہ وجادلهم بالتي هي احسن (النحل آیت ۱۲۵ پ ۱۲)

”تم اپنے پروردگار کے راستہ کی طرف حکمت کے ساتھ اور اچھی نصیحتوں کے ساتھ بلاؤ۔ اور ان سے اس طریق پر بحث کرو جو نہایت ہی اچھا ہو۔“  
دور حاضر دور فتن ہے ہم مسلمان ایک نہایت نازک دور میں سے گزر رہے ہیں  
اس دور میں ہماری سب سے بڑی مصیبت مصیبت دین ہے۔

سرمکارِ عبید الساجدین امام زین العابدین علی ابن الحسین علیہم السلام نے اپنی  
ایک دعائیں ارشاد فرمایا ہے:-

اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ مُصِيبَتَنَا فِي دِينِنَا وَلَا تَجْعَلْ الدُّنْيَا الْبَرْهَمَنَا  
وَمَنْتَهَى عِلْمِنَا وَلَا تَسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَا يَرْحَمُنَا (صحیفہ کاملہ)

”اے مجبور! ہماری مصیبت ہمارے دین میں قرار نہ دے اور دنیا کو ہمارا سب سے  
بڑا نکرہ اور ہمارے علم کا انتہائی مقصد نہ بنا اور ایسے شخص کو ہم پر مسلط نہ کر جو ہم  
پر رحم نہ کرے۔“



اس دینی مصیبت اور شدید ترین آزمائش کے ساتھ ساتھ :-

**۱۔ سیاسی غلامی** | مسلمانوں کو آج دنیا میں کہیں کامل آزادی اور حقیقی اقتدار اعلیٰ حاصل نہیں، وہ جہاں آزاد بھی ہیں خارجی یا سامراجی سیاسی

اقتدار کے ماتحت زندگی بسر کر رہے ہیں۔ دنیا کی تمام قومیں حقیقتاً ان کے خلاف ہیں، اگر سامراجی طاقتوں نے انہیں اپنا نے کی کوشش کی ہے تو اس کی وجہ ان کے اپنے سیاسی مصالح ہیں۔ اور مسلمانوں کے سلب آزادی کی ایک وجہ ان کی قبل از وقت ملکی فتوحات ہیں۔ جن کا ردِ عمل (REACTION) ہے کہ ہر قوم انہیں مختلف حصوں میں تقسیم کرنے اور دبائے رکھنے کی کوشش میں مصروف ہے اور اس پر طرفہ یہ ہے کہ ہر اسلامی ملک میں جنگِ اقتدار جاری ہے جو انہیں اپنی ملکی مشکلات کو حل کرنے اور ان سے عہدہ برآ ہونے کی طرف متوجہ ہی ہونے نہیں دیتی۔ اگرچہ یہ اربابِ سیاست کی دنیاوی مشکلات ہیں، لیکن دین بھی اس سے متاثر ہو رہا ہے، جسے زیوجت لانا مقدمہ کتاب کے مقاصد میں داخل نہیں ہے۔ البتہ مسلمانوں کے ان مشکلات سے آزاد ہوتے کا ایک وقت ہے، اس وقت کے متعلق کتبِ فریقین میں احادیث موجود ہیں۔ آخری الیٰ نماز کی نسبت سر کا رسالت کا ارشاد ہے "بملاء الارض عدلاً وقسطاً کما ملئت ظلماً وجوراً" وہ زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح پُر کر دیگا جس طرح وہ ظلم و جور سے پُر ہو چکی ہوگی۔

دنیا کو ہے اس ہدیٰ بہت کی ضرورت، ہو جس کی نظر زلزلہ عالم افکار (اقبال) تاہم اس مقدمہ سے اس سیاسی پس منظر کا اتنا تعلق ضرور ہے کہ ہیں اس آنے والے وقت کے لئے اور اس آنے والے معصوم کے لئے اخلاقی معاشرتی اور تمدنی لحاظ سے اپنے آپ کو تیار کرنا ہے۔



**تشتت و افتراق** | ایک دینی مصیبت مسلمانوں کا تشتت و افتراق ہے۔ موقعاً  
تشتت اور عصبیت ہے۔ اس عام دبا نے مسلمانوں کو غیر

مذلت میں گرا دیا ہے۔ تباہ کن خیالات، دعوت بالحدیث، موعظہ حسنہ کی جگہ مناظرے  
مکابرے اور مجادلے نے لی ہے اور اس کی بڑی وجہ دین کو پیشہ بنا لینا ہے۔

سرکارِ رسالتؐ فرمایا کرتے تھے کہ میں تم سے ڈرتا ہوں کہ تم کہیں دین کو ذریعہ معاش  
نہ بنا لو، پیشہ ور ملّا اپنے پیشہ ورانہ سٹھکنڈول سے مخالفت کی آگ کو ہوا دے رہے ہیں

**نئی نئی فرقہ بندیاں** | ایک دینی مصیبت اسلام کے نام پر نئی نئی فرقہ بندیاں ہیں  
مدعیانِ نبوت و امامت پیدا ہوتے ہیں ان کی پشت پر

سیاسی اور سامراجی طاقتیں کام کرتی ہیں جن کا مقصد مسلمانوں میں ذہنی انتشار پیدا کرنا اور  
انہیں کمزور بنانا ہے۔ ان مدعیانِ نبوت و امامت کے دعووں کو قبول کرنا مسلمانوں

کے معارفِ نبوت و امامت سے دور ہو جانے کی دلیل ہے۔ یہ مدعیانِ اصلاح  
دنیا میں آکر رخصت بھی ہو جاتے ہیں اور دنیا بدر سے بدتر ہوتی جا رہی ہے۔ عالمی

مشکلات کا موجود رہنا ان کی ناکامی کی دلیل ہے اور دنیا میں کوئی سلیم نصالح انقلاب  
رونما نہ ہونا خود ان کے دعوے کا بطلان ہے۔ مگر سادہ لوح مقلدین بھر بھی ان

کے دامن سے وابستہ ہیں۔ یہ ایک عجیب اور حیرت زام مہمہ ہے۔

**تدین کا فقدان** | ایک دینی مصیبت تدین کے دعوے کے باوجود تدین کا فقدان  
ہے۔ اسلام کو محض رسمی طور پر اختیار کئے رہنا اور عمل کی طرف

قدم نہ بڑھانا اور اپنی سیرت میں انقلاب پیدا نہ کرنا دین کے وفار کو ٹھیس لگا رہا  
ہے۔ اس کی بدولت دین کا اعتماد انسانی دلوں سے اٹھتا جا رہا ہے۔

**قہری غلامی** | دین کی ایک بڑی مصیبت مسلمانوں کی ذہنی غلامی ہے۔ اسلام  
جیسے مذہب کے عالمگیر اصولوں کے باوجود ہم آج مغربی تہذیب



و تمدن کے ذہنی غلام ہیں۔ اس حقیقت کی علامہ اقبال نے اس طرح ترجمانی کی ہے:-  
 اے گدائے ریزہ ازخوان غیر      جنس خود میجوی از دوکان غیر  
 قدر شمشاد خودش نشناختی      سر و دیگر را بلند انداختی  
 مثل نے خود راز خود کردی نہی      بر نواے دیگران دم میرنی

## اسلام اور مغربی تہذیب و تمدن دو متضاد چیزیں ہیں

جب آپ اسلام اور مغربی تہذیب و تمدن کے اصولوں کا جائزہ لیں گے تو آپ پر یہ حقیقت صاف طور پر واضح ہو جائیگی کہ اصولی طور پر ان میں تضاد موجود ہے آئیے ہم جائزہ لیں:-

### مغربی تہذیب و تمدن اسلام

۱۔ اسلام میں مذہب کا تصور یہ ہے کہ وہ انسانی زندگی کا مکمل قانون اور مفصل لائحہ عمل ہے جو انفرادی اور اجتماعی زندگی پر حاوی ہے۔  
 ۱۔ مغربی تہذیب و تمدن میں مذہب ایک شخصی اعتقاد ہے جس کا عملی زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

۲۔ اسلام میں پہلی اور مرکزی چیز ایمان باللہ ہے۔ مغربیت میں سکرے اللہ کا وجود ہی مسلم نہیں۔  
 ۳۔ اسلام کا پورا نظام تہذیب وحی و رسالت ہے۔ مغربیت میں وحی کی حقیقت میں ہی شک ہے، رسالت کے منجانب اللہ ہونے میں ہی شبہ ہے اور امامت کی الٰہی نمائندگی سے انکار ہے۔

۴۔ اسلام میں آخرت کا اعتقاد پورے نظام اخلاق کا سنگ بنیاد ہے۔ مغربی تہذیب و تمدن میں یہ بنیاد خود بے بنیاد نظر آتی ہے۔



۵۔ اسلام میں اعمال و عبادات فرض ہیں۔

۵۔ مغربیت میں اعمال و عبادات عسری جاہلیت کے رسوم ہیں جن کا اب کوئی عملی فائدہ نہیں۔

۶۔ قانون میں اسلام کا اصل اصول یہ ہے کہ خدا خود واضع قانون ہے مگر رسالت اور ائمہ اہل بیت شاربین قانون ہیں اور باقی انسان پابند قانون ہیں۔

۶۔ مغربی تہذیب و تمدن میں خدا کو وضع قانون کا سرے سے کوئی حق ہی نہیں دستور (Legislature) واضع قانون ہے اور قوم دستور یہ کو منتخب کرنے والی ہے

۷۔ سیاسیات میں اسلام کا نصب العین حکومت الہیہ ہے۔

۷۔ مغربی تہذیب و تمدن کا نظریہ حکومت جمہوریت ہے (Democracy)

اسلام کا نظریہ حکومت ان الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے :-

مغربیت کا نظریہ حکومت ان الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے :-

Govt of God by the Representatives of God for the Creation of God

”اللہ کی حکومت اللہ کے نمائندوں کے ذریعہ اللہ کی مخلوق کے لئے“

Govt of the people by the people for the people

جمہور کی حکومت جمہور کے ذریعہ جمہور پر

۸۔ اسلام کا نسخہ تمدنی نقطہ نگاہ سے بین الاقوامیت (Internationalism)

۸۔ مغربیت کا کعبہ مقصود قومیت (nationalism) ہے

۹۔ معاشیات میں اسلام کسبِ حلال اکل حلال، زکوٰۃ و صدقہ اور تحریم سود پر زور

۹۔ مغربیت کا سارا نظام معاشی سود منافع چور بازاری (Black marketing)



پر عمل رہا ہے۔

دیتا ہے اور صحیح معنوں میں (earn and distribute) کماؤ اور تقسیم کرو

کا علمبردار ہے۔

۱۰۔ مغربیت کے پیش نظر دنیا کا فائدہ

ہے۔ ان کا مطلق نظر (Eat, drink

and be merry) "کھاؤ، پیو

اور خوش رہو" ہے۔ جس کی وجہ سے

اخلاقیات میں لذتیت (Hedonism)

اور اپیکوریٹ (Epicurism) کے

نظریات ظہور میں آئے جو ہندوستانی

وام مارگ کے اوتار ہیں۔

۱۱۔ مغربی تہذیب و تمدن عریانی، آزادی

فنون و فحش، یک زوجگی، مساوات مرد و

زن، حقوق ذوی الارحام سے آزادی

اور ضبط تولید میں مبتلا ہے۔

۱۲۔ اسلام اجتماعی مسائل میں ستر و حجاب

حدود زن و مرد، تعداد ازواج، قوانین نکاح

و طلاق، حقوق و فرائض زوجین، حقوق و

فرائض ذوی الارحام اور عدم ضبط تولید

اپنے ممتاز خط و خال رکھتا ہے۔

اسلام اور مغربی تہذیب و تمدن کے اس جائزہ کے بعد آپ سمجھ سکتے ہیں کہ

مسلمانوں کا تہذیب و تمدن کے لحاظ سے مغرب کی ذہنی علامی کو قبول کر لینا

تدین کی کس قدر عظیم مصیبت ہے۔ اس مصیبت عظمیٰ کا تذکرہ علامہ اقبال نے

بیان کر کے اس کا علاج بھی تجویز کیا ہے۔

وائے نادانی کہ تو محتاج سناٹی ہو گیا مے بھی تو، مینا بھی تو، ساغر بھی تو، مغل بھی تو



شعلہ بن کے پھونک دے خاشاک غیر اللہ کو خوفِ باطل کیا تجھے غارت گر باطل بھی تو

بے خبر! تو جو ہر آئینہ آیام ہے

تو زمانے میں خدا کا آخری پیغام ہے

اسلامی جوڑ توڑ | یہ بات بھی مسلمانوں کے ذہن نشین رہنا چاہئے کہ مذہبِ اسلام جس کے لئے سرکارِ رسالت اور انکی اہل بیتؑ طاہرین نے

عظیم الشان قربانیاں پیش کی ہیں صرف جوڑ (ADOPTION) کا ہی مذہب نہیں بلکہ توڑ (NEGATION) کا بھی مذہب ہے۔

اسلام کا بنیادی مسئلہ مسئلہ توحید ہے جس کا اظہار ہر مسلمان کلمہ توحید سے کرتا ہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ - لَا إِلَهَ نَفِيْ هِيَ - اور، إِلَّا اللَّهُ

اثبات - یعنی ماسوائے اللہ معبودوں سے توڑ لو اور خدائے وحدہ لا شریک سے جوڑ لو

اسلام کے ہر مسئلہ میں یہی اثبات و نفی موجود ہے۔ جس طرح توحید میں نفی و اثبات ہے اسی طرح نبوت میں بھی نفی و اثبات ہے۔ یعنی خاتم الانبیاء

سے متحد ہو جاؤ اور ان کے بعد ہر مدعی نبوت سے قطع لعلق کر لو۔

اسلام امامت میں بھی یہی نفی و اثبات ہے۔ ائمہ حقہ سے جو منصوص من اللہ اور معصوم ہیں اور یہ سادون با صوح کی شان رکھتے ہیں

تمسک کرو اور ائمہ باطل سے جو غیر معصوم ہیں اور بیادعون مالی الناس ہیں الگ

ہو جاؤ۔ اس اثبات کو شرعی اصطلاح میں ایمان اور نفی کو تقویٰ کہتے ہیں قرآن

حکیم میں انتہا درجہ کے نیک بندوں کا ذکر بھی ہے اور انتہا درجہ کے بُرے بندوں

کا ذکر بھی۔ مثلاً حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ نمرود کا اور حضرت موسیٰؑ کے ساتھ فرعون

کا۔ آخر قرآن حکیم میں نمرود اور فرعون کے ذکر کی کیا ضرورت؟ یہ اس لئے

ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے ذکر سے حضرت ابراہیمؑ سے محبت پیدا ہو۔ محبت



اتباع چاہتی ہے۔ اس لئے ہم اس محبت کے ذریعہ حضرت ابراہیمؑ کا اتباع کریں  
نیکیوں کو اختیار کریں۔

مزد کا تذکرہ اس لئے ہے کہ مزد سے نفرت پیدا ہوا اور ہم اس نفرت سے  
بدیوں کو ترک کریں۔

نیکیوں سے بڑا اثبات) اور محبت کو تولا کہتے ہیں اور بدوں سے توڑ  
(نفی) اور نفرت کو تبرا کہتے ہیں۔ اگر ہم تولا سے نیکیوں کو اختیار نہیں کرتے  
اور تبرا سے بدیوں کو ترک نہیں کرتے تو یہ تولا اور تبرا کے الفاظ بے معنی  
اور حقیقت سے عاری ہیں۔

افادیت تولا و تبرا | اسی لئے حکیم اسلام سرکار ولایت علی مرتضیٰ ارواحنا  
لہ الفداء نے ارشاد فرمایا ہے :-

لا تکتن ممن یحب الصالحین ولا یعمل عملہم (بیج البلاغہ)  
تم ایسے نہ بنو جو اللہ کے نیک بندوں سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور  
ان کے اعمال اختیار نہیں کرتے۔ یہ ہے تولا کی افادیت

ولا تکتن ممن ینغض المذنبین وهو احد منہم (بیج البلاغہ)  
تم ایسے نہ بنو جو گنہگاروں سے بغض رکھنے کے مدعی ہیں لیکن عمل کے  
محافظ سے وہ ان میں سے ایک ہوتے ہیں یہ ہے تبرا کی افادیت اسلام  
چاہتا ہے کہ اسلامی تہذیب و تمدن سے ہم وابستہ ہو جائیں اور اجنبی اور  
خارجی تہذیب و تمدن کے اثرات سے محفوظ رہیں۔ مسلمانوں کی موجودہ مصیبت  
اجنبی تہذیب و تمدن کی ذہنی غلامی ہے۔

خارجی تہذیب کی غلامی کا آغاز | اب ہمیں دیکھنا ہے کہ خارجی تہذیب  
و تمدن سے تار کی مرض مسلمان کو



کب اور کس طرح لایق ہوئی؟ اور اس متعدی مرض کے جراثیم کی تاریخ کیلے؟ سرکار  
رسالت محمد مصطفیٰ ارواحنا لہ الفدا کے بعد فتوحات کا دور شروع ہوتا ہے، اور  
مسلمان تیس برس کے عرصہ میں دنیا کے بہت بڑے حصہ پر چھا جاتے ہیں۔ سوال  
پیدا ہوتا ہے کہ کیا ملکی فتوحات کے علمبردار اجنبی تہذیب و تمدن کے مفتوح تو نہیں  
ہوئے؟

مسلمانوں کی تاریخ بتلاتی ہے کہ مالک کے یہ فاتح تیس برس کے قبل عرصہ میں  
اسلامی تمام خوبیاں کھو چکے تھے اور قیصر و کسریٰ کی تہذیب کے ذہنی غلام ہو چکے تھے  
ان میں جنگ اقتدار شروع ہو چکی تھی، اس کا نتیجہ تھا کہ بڑے بڑے مسلمان ہرنیل اور  
بڑے بڑے معمار سلطنت خواہ وہ محمد بن قاسم ہو یا موسیٰ بن نصیر یا ابوسلم خراسانی تلوار  
کے گھاٹ اتارے جاتے تھے۔ یا قید خانوں میں دم گھٹ کر مرتے تھے۔ بھائی بھائی کے  
ہاتھ سے قتل ہوتا ہے اور باپ بیٹے کے ہاتھ سے نظر بند کیا جاتا ہے۔ اسکے شواہد  
سُنیئے :-

۱۔ ایک روز حضرت ابوذر و اصحابی غصہ میں بھرے ہوئے گھر آئے۔ سبب دریافت  
کیا گیا تو کہنے لگے، ہم ان لوگوں میں کوئی عمل بھی رسول اللہؐ کا نہیں پاتے۔ سوائے اس  
کے کہ نماز باجماعت پڑھ لیتے ہیں، امام مالک نے روایت کی ہے کہ جو باتیں ہم پہلے پاتے  
تھے ان میں سے ایک بات بھی اب نہیں دیکھتے۔ بخرا اس کے کہ اذان دے لیتے  
ہیں۔ نہ ہری بیان کرتے ہیں کہ ہم انس بن مالک کے پاس دمشق میں گئے تو ہم نے انسؓ  
کو روتا پایا۔ سبب پوچھا تو انہوں نے کہا کہ جو باتیں ہم عہد رسول اللہؐ میں پاتے تھے اب  
ان میں سے ایک بات بھی نہیں دیکھتے۔ سبب مفقود ہیں، مگر یہ نماز رہ گئی ہے سو وہ بھی  
ضائع کر دی گئی (صحیح بخاری جلد ۵ ص ۳۱۵، اغاثۃ اللفان لابن قیم ص ۱۰۸)

۲۔ عبدالرحمن بن سہل انصاری حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں ایک جہاد کے



سلسلے میں شام گئے تو انہوں نے دیکھا کہ اونٹوں پر شراب کی بھری ہوئی مشکیں جا رہی ہیں۔ عبدالرحمن آگے بڑھے اور انہوں نے اپنے نیزہ سے ان مشکوں کو چاک کر دیا، غلاموں نے مزاحمت کی اور یہ خبر حضرت معاویہ کو پہنچی تو انہوں نے کہا، چھوڑ دو اس بڈھے کو، اس کی عقل جاتی رہی ہے۔ عبدالرحمن نے کہا۔ میری عقل نہیں گئی۔ مگر رسول اللہؐ نے ہم کو ممانعت فرمائی ہے کہ شراب ہمارے مشکوں اور ہمارے ظروف میں داخل نہ ہو۔ (اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۹۹، اسبابہ جلد ۲ ص ۲۰۱)

آج بھی مغربی تہذیب و تمدن کے علمبردار پابند اسلام لوگوں کو بوقوت اور عقل سے عاری کہتے ہیں۔ ہوتے ہوئے نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ یزید جیسا فاسق و فاجر مسلمانوں کے امور کا والی قرار دیا گیا۔ جس کے متعلق واقدی نے عبداللہ بن حنظلہ کی زبانی نقل کیا ہے۔ "خدا کی قسم ہم کو یزید کی حکومت میں یہ خوف ہو گیا تھا، کہ اب آسمان سے ہم پر پتھر نہ برسے، وہ ایسا شخص تھا جو اپنی سوتیلی ماؤں اور اپنی بیٹیوں اور بہنوں تک کو نہ چھوڑتا تھا، اور شراب آزادی سے پیتا تھا اور نماز کو ترک کر دیتا تھا" (صواعق محررقہ ص ۱۲۵ مطبوعہ مصر)

**مقصد شہادت حسینؑ** جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی اور حسین علیہ السلام نے دیکھا کہ سلمان کھانے والے اس طرح اسلام کی تخریب کے درپے ہیں تو سرکار شہادت نے اپنی عظیم الشان قربانیوں سے اسلام کو حیات ثانیہ عطا فرمائی۔ آج ہم اپنے مظلوم امام کی شہادت کی یاد گار اس لئے مناتے ہیں تاکہ برائیوں سے دور رہیں اور اجنبی تہذیب و تمدن سے محفوظ رہیں۔ ہم محاسن حسینیہ میں روتے اور آنسو بہاتے ہیں اور اظہارِ منہج و طلال کرتے ہیں۔ یہ ایک فطری تقاضائے انسانیت ہے جسے ہر حال ہونا ہی چاہئے۔ مگر سرکارِ شہداء کا بلند نصب العین ہم سے کچھ اور چاہتا ہے۔ وہ یہ کہ ہم برائیوں سے نفرت کریں، اور نیکیوں کو اختیار کریں اور اپنی سیرت کو حسینی



کردار کے سانچے میں ڈھلنے کی گمشدگی کریں حسین علیہ السلام سے حریت کا سبق لے کر ہر قسم کی غلامی کو دور کریں خواہ وہ سیاسی غلامی ہو یا ذہنی غلامی اپنے عقائد کو جو وقت معر فی سیلاب کی زد میں ہیں اس قدر مضبوط و مستحکم کر لیں کہ اچھنی تہذیب و تمدن کے طوفان اس کے قصر روحانیت سے سر ٹکرا کر ٹپ جائیں اور ہمیں مادی اور روحانی نقصان نہ پہنچا سکیں۔ اچھنی تہذیب و تمدن سے محفوظ رہنے کا واحد علاج محض ہرگز محمد و آل محمد علیہم السلام سے تمسک ہے۔ چنانچہ علامہ اقبالؒ نے فرمایا ہے سے  
خیر نہ مجھ کو کر سکا جلوۂ دانش فرنگ مہر ہے میری آنکھ کا خاک مدنیہ و نجف

خاک شفا کے کر بلا بھی حقیقتاً خاک نجف ہے۔ چنانچہ جناب **کر بلا وادی السلام** امیر علیہ السلام نے فرمایا ہے جابی حسین المقتول بنظہر الکونہ

میرا باپ حسینؑ پر فدا ہو جو کوفہ کی لاش پر شہید کئے جائیں گے اس کلام سے ظاہر ہے کہ کر بلا بھی ظہر کوفہ ہے۔ پس یہ سرزمین بھی وادی السلام میں ہی داخل ہے۔ جو بنی نوع انسان کے لئے ہر قسم کی سلامتی کا مرکز ہے۔ خاک شفا تمام انسانی امراض کا علاج اور ان کے لئے باعث شفا ہے۔ خواہ وہ سیاسی غلامی کا مرض ہو یا ذہنی غلامی کا علاج۔ جہنگ اقتدار کا عارضہ ہو یا نئے مدعیان نبوت و امامت کی پردی کی بیماری حسین علیہ السلام نے ختم نبوت کی تفسیر اپنے اور اپنے ساتھیوں کے خون سے لکھی۔ اگر سراسر مبالغہ کے بعد کسی نبی نے مبعوث ہونا تھا تو حسینؑ کو اس طرح گھر بار لٹانے اور اپنا اور اپنے عزیز ترین اولاد و اقربا و اصحاب و انصار کا خون بہانے کی کیا ضرورت تھی۔ آنے والا اگر خود اسلام کی بگڑی بنالیتا حسین علیہ السلام کا تذکرہ انسان کو فسق و فجور، ظلم و استبداد سے بچاتا ہے۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے بعد مجالس عزائے حسینؑ کے متعلق چند سوالات ہیں کیا ہماری ذہن قوم ان پر غور کرے گی؟

**چند سوالات** ۱۔ کیا ہم ان مجالس کے ذریعہ جو تعلیمات الہیہ کی تربیت گاہ ہیں



مقصد شہادتِ حسینؑ کو پیدا کر رہے ہیں۔ مجالسِ عزاء میں ایک آواز کو سختی دیتی ہے۔ اس نکتہ سے آپ کو لطف آئے گا، ”میرے اس کلام سے اہلِ بوم محفوظ ہوں گے“ میرے اس قصیدہ سے آپ وجد میں آجائیں گے، کبھی یہ آواز سنائی نہیں دیتی کہ ”میرے اس کلام سے آپ کی سیرت میں انقلاب آجائے گا“ ”میرے اس بیان سے آپ ایسا بن جائیں گے جیسا حسینؑ آپ کو بنانا چاہتے ہیں“

۲۔ کیا ہماری ان مجالسِ عزاء سے جذبہٴ حریت کی تخلیق ہوتی ہے، مجھ میں اور آپ میں وہ حضرات جذبہٴ حریت کیا پیدا کر سکتے ہیں جو مجالسِ عزاء کے منبر سے اترنے کے بعد کعبہ امارت کا طواف کرتے نظر آئیں، رؤسائے ملت کا جنگِ اقتدار میں ”الہ کائنات“ ہو جائیں اور ان کے ہر قول پر لبیک کہیں، ایسے لوگوں سے کیا امید ہو سکتی ہے کہ وہ رؤسائے کی خامیوں کو تنذیر سے دور کر سکیں۔ ان کے افعال غیر شرعیہ پر تنقید کر سکیں۔ انہیں اسوۂ سرکارِ محمد و آلِ محمدؑ پر لا کر ان کی آخرت بنا سکیں۔

۳۔ کیا ہماری یہ مجالسِ عزاء ہمیں اجنبی تہذیب و تمدن کی غلامی کے جوئے سے آزاد کر سکتی ہیں جبکہ مجالسِ عزاء کے سامعین کی تفریحِ طبع کے لئے ہر فلمی گلے پر قصیدے بتائے جا رہے ہوں اور تان سین کو نیچا دکھانے والی طرزوں میں گلے جا رہے ہوں۔

۴۔ کیا ہماری یہ مجالسِ عزاء ہمارا تزکیہٴ نفس کر سکتی ہیں جن میں اکثر ذاکروں اور خطیبوں کی یہ انتہائی کوشش ہو کہ دوسرا ذکر اور واعظ اپنے بیان میں ناکام رہے اور اسی ذاتِ شریف کو مجلس میں فروغ ہو، اس کی طاقتِ لسانی کا ڈنکہ بجتے لگے اور اسے مجالسِ عزاء کی زیادہ سے زیادہ دعوتیں ملیں۔

۵۔ کیا ہماری یہ مجالسِ صبحِ عقائد کی طرف رہنمائی کر سکتی ہیں جن میں عوام کو خوش کرنے کیلئے حدودِ شرعیہ سے تجاوز نہ ہو، تفسیرِ الراءے کو متارحِ علم و حکمت سمجھا جائے اور راءے کیلئے واقعہٴ کربلا کی نئی نئی روایات ایجاد کر کے صاحبانِ عصمت و طہارت پر افتر کیا جائے۔ اور انکی



تفتیشِ شان کی جائے۔

- ۶۔ کیا ہماری یہ مجالس اعمالِ صالحہ کی طرف رہنمائی کر سکتی ہیں جن میں تندرین نام کو نہ ہو۔
- ۷۔ کیا ہماری یہ مجالس ہمیں جنگِ اقتدار سے الجھنے سے بچا سکتی ہیں جن میں ذاکرِ ذاکر سے ہر سرِ پکار ہو، خطیبِ خطیب سے دست و گریبان ہو، امامِ بارگاہِ امامِ بارگاہ سے لڑ رہا ہو مجلسِ مجلس کو چیلنج کر رہی ہو، حلقہٴ مائتہ حلقہٴ مائتہ سے دھینکا مٹتی میں مصروف ہو، حسینِ مظلومؑ کے عزادارو! اور ذاکر و اخدا کے لئے اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرو۔ کروڑ ہا کروڑ روپیہ جو ان مجالس پر صرف ہو رہا ہے اس سے فائدہ اٹھاؤ اور مقصدِ شہادتِ حسینؑ کو پورا کر کے سرکارِ احدیت، سرکارِ رسالت اور سرکارِ ائمہ معصومینؑ سے سرخروئی حاصل کرو۔
- عارفِ ربانی علامہ شیخ جعفر شوشتری کی تقریرات کے ترجمہ کی نشر و اشاعت کا مقصد صرف یہی ہے کہ آپ کو بھولا ہوا سبق یاد آجائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان مواعظ سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے اور مرحومہ شہینہ بانو کو اس کے ثواب سے مستفید کرے اور حبیبِ لبیب الحاج حسین بخش سہدانی کو مشاب و مابور فرمائے۔

وما علینا الا البلاغ

درمذ و آل محمدؐ کا بھکاری

محمد لطیف انصاری



باسمہ تعالیٰ

## المجلس التاسع

في

## موعظة شهر رمضان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

خطبة

سُبْحَانَكَ يَا إِلَهِي وَيَجْمَعُكَ لَا أَحْصِي بِشَاءٍ عَلَيْكَ كَمَا أَثَبْتَ عَلَى  
 نَفْسِكَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ يَا مَلِكُ يَا قُدُّوسُ يَا مُبْدِئَ الْأَرْكَانِ  
 وَالْأَصُولِ يَا وَلَهَبَ النَّفُوسِ وَالْعُقُولِ يَا مَنْ خَرَقَ عِلْمَهُ بِالْهَيْبَةِ غَيْبِ  
 الْبَهْرَاتِ وَأَحَاطَ بِهِ عَلَى جَمِيعِ الْمَوْجُودَاتِ وَخَلَقَ مَا خَلَقَ مِنْ دُونِ أَعْمَالِ  
 الرُّبُوبِيَّاتِ وَأَحْصَى عِدَّةَ الْأَحْيَاءِ وَالْأَمْوَاتِ نَحْنُكَ عَلَى نِعَمَائِكَ وَكَفِّهِ  
 عَنْ نِعَمَائِكَ وَنَشْكُرُكَ عَلَى الْإِيمَانِ وَالشُّكْرِ عَلَى الْإِيمَانِ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلَى  
 نَبِيِّكَ أَكْرَمِ أَصْفِيَائِكَ وَأَفْضَلِ أَنْبِيَائِكَ وَعَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ أَيْمَةِ الْهُدَى  
 وَمَصَابِيحِ الدُّجَى وَأَعْلَامِ التَّقَى وَذَوِي النُّهَى وَكَهْفِ الْوَدَى وَوَرْدَةِ  
 الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ مِنَ اللَّهِ أَفْضَلِ الْحَيَّةِ وَالْثَنَامِ أَدَامَتِ الْأَرْضُ  
 وَالسَّمَاءُ.

الدُّعَاءُ

إِلَهِي إِلَهِي لَمْ أَعْصِكَ حِينَ عَصَيْتُكَ وَإِنَّا بِرُبُوبِيَّتِكَ جَاهِدُ  
 وَلَا بِأَمْرِكَ مُسْتَحْفٍ وَلَا لِعَقُوبَتِكَ مُتَعَرِّضٌ وَلَا لَوْعِيدِكَ  
 مُتَهَاقِنٌ وَبِكَ خَطِيئَةٌ عَرَضَتْ وَرَسُولٌ لِي نَفْسِي وَغَرَّتْ لِي سَتْرُكَ  
 الْمُرْخِي عَلَى نَفْسِي عَصَيْتُكَ فَالآنَ مِنْ عِزِّكَ مَنْ يَسْتَنْقِذُنِي وَ



من ایدی المخصما من یخلصنی وعجل الفصل ان انت قطعت حبلک  
عنی

”میرے معبود! میرے معبود! میں نے تیری نافرمانی ایسی حالت میں نہیں کی ہے  
کہ تیری ربو بیت سے انکار کرنے والا ہوں، میں تیرے حکم کا استخفاف کرنے والا نہیں  
ہوں، تیری سزا پر اعتراض کرنے والا نہیں ہوں اور تیرے وعدہ عذاب کی توہین کرنے  
والا نہیں ہوں، گناہ مجھے عارض ہو گیا۔ میرے نفس پر چھا گیا۔ اور تیری ڈھیل دینے  
والی پردہ پوشی پر میں مضروب ہو گیا۔ میں نے تیری نافرمانی کی۔ پس اب تیرے عذاب  
سے مجھے کون نکلنے والا ہے۔ اور دشمنوں کے باحقول سے مجھے کون چھڑانے والا  
ہے۔ جب تو نے اپنی رسی کو مجھ سے منقطع کیا، اب میں کس کی رسی سے اتصال پیدا کروں“  
ان فقرات سے کہ جو بیان ہوئے ہیں، غرض یہ ہے۔ ”العیاذ باللہ۔ اگر انسان  
گناہ کرے تو یہ بھی جان لے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے۔ جو ہودہ زمانے  
میں لوگ اس روحانی مرض میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ وہ اس طرح گناہ کرتے ہیں، کہ گویا  
انہوں نے اللہ تعالیٰ کا اقرار ہی نہیں کیا۔ اس طرح پوری دلجمعی سے اللہ کی نافرمانی  
کرتے ہیں گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ربو بیت کے منکر ہو گئے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمارا معبود اللہ ہے۔ ”صیغۃ اللہ“ اللہ کا ایک رنگ ہے  
”فطرۃ اللہ“ اللہ کا ایک قانون ہے۔ اس کی ہستی کا اقرار انسان کا جزو فطرت ہے  
اگر ایک لڑکا بچل اور بیابان میں نشوونما پائے اور اس کی تعلیم و تربیت بھی نہ ہو  
تو بھی وجودِ صانع کا اقرار اس کے دل میں موجود ہے۔ یہی فطرت اللہ ہے، یہی صیغۃ اللہ  
ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام فرقے خدا کے معتقد ہیں۔ ہر مذہب خدا کا قائل ہے۔ مثلاً  
دہریہ اور حکمائے طبعیین جو کہتے ہیں کہ اس عالم کا انتظام دہر کرتا ہے یا طبعیت  
انجام دیتی ہے۔ وہی دہر وہی طبعیت ”خدا“ ہے۔ انتہا یہ ہے کہ انہوں نے صانع



عالم کے لئے اچھا نام تجویز نہیں کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ آسمانوں اور زمینوں کا خالق جس نے انہیں پیدا کیا ہے، دہرا اور طبعیت بے شعور ہیں۔ حالانکہ وہ اس طرح کی مخلوق کو کس طرح پیدا کر سکتے ہیں جس کی خلقت عقل و حکمت پر مبنی ہو۔ اس حکیم مطلق نے دودھ پینے والے بچے کے منہ میں دانت پیدا نہیں کئے۔ اگر شیرخوار بچے کے دانت ہوتے تو دودھ پینا اور دودھ دینا ممکن نہیں تھا۔ اس کے بعد جب بتدریج غذا لینے اور غذا کھانے کا زمانہ قریب ہوتا ہے تو تدریجاً دانت عطا ہوتے ہیں۔ اور سخت غذاؤں کے مضہم کرنے کی قوت مرحمت ہوتی ہے تاکہ جسم کے ارکان مضبوط و مستحکم ہو جائیں۔ یہاں تک کہ انسان حد کمال کو پہنچ جاتا ہے اگر خالق دہرا ہو یا طبعیت ہوتی جو بے شعور ہیں تو اس طرح کیسے ہو سکتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ صورت انتہائی شعور سے انجام دی گئی ہے۔ اور یہ تمام ارتقائی افعال شعور کا نتیجہ ہیں۔ پس ہمیں چاہئے کہ ہم خالق مہربان کو دہر کے نام سے موسوم کر کے بے ادبی نہ کریں۔ مگر وہ لوگ ایسا کر رہے ہیں۔

الغرض تمام مذاہب و ادیان ایک معبود اور پور دگار کے قائل ہیں۔ البتہ بعض انسانوں نے اس زمانے میں انکار کو اختیار کیا ہے اور دل سے منکر خدا ہو گئے ہیں جیسا کہ ان کے اعمال و آثار سے ظاہر ہے۔ دعائیں عرض کیا گیا ہے الہی الہی لہ اعصمک حین عصمتک وانا ربوبیتک جاحد۔ اے معبود! اگر میں نے تیری نافرمانی کی تو تیری ربوبیت کا منکر ہو کر نہیں کی، اگر تو خدا کی ربوبیت کا منکر ہو کر گناہ کرتا ہے اور بات یہاں تک پہنچ چکی ہے تو تجھے آگاہ ہونا چاہئے کہ منکر خدا کے لئے مغفرت نہیں ہے۔ چند گناہ ایسے ہیں کہ جن میں مغفرت کا امکان نہیں۔ اگر تو منکر خدا ہوا اور پھر تمام دنیا کے شہیدوں جتنا درجہ شہادت حاصل کرے تو بھی تیری مغفرت نہیں ہو سکتی۔ تجھے



آگاہ ہونا چاہئے۔ اگر لغو و بانی خدا کا انکار تیرے دل میں پیدا ہو چکا ہے۔ تو اس کیفیت کو جلد دور کرنا چاہئے۔ تاکہ تیری ہلاکت کا سبب نہ ہو جائے۔ ایسے ہی استخفاف امر الہی ہے یعنی اللہ تعالیٰ عز شانہ وجل جلالہ کے احکام کو سبک سمجھنا اور معمولی جانتا ہے۔ استخفاف امر الہی کے متعلق دعائیں عرض کیا گیا ہے ولا باہوک مستخف یعنی میرے معبود اگر میں نے تیری نافرمانی کی ہے تو تیرے احکام کو سبک سمجھ کر نہیں کی۔

امر الہی کو سبک اور معمولی سمجھنے کی مثال اس طرح ہے کہ انسان گناہ کا نوعیت جرم مرتکب بھی ہوا اور پھر یہ بھی کہے۔

۱۔ انسان خدا کی اطاعت کیوں کرے؟

۲۔ یہ کیا گناہ ہے؟

۳۔ اس گناہ کا مجھ کو کیا عذاب ہو گا؟

اس قسم کے کلمات استعمال کرنے والا انسان احکام الہیہ کو معمولی اور سبک سمجھ رہا ہے اور استخفاف کا مرتکب ہو رہا ہے۔ اس کی بھی مغفرت نہیں ہو سکتی ایسے ہی وعدہ عذاب پر اعتراض کرنے والا اور احکام الہیہ کی توہین کرنے والا ہے، اگر کوئی شخص امر الہی کی توہین کرے کیسے ممکن ہے کہ وہ بخش دیا جائے۔ فارسی ضرب المثل ہے۔

”خار را از پا بیرون می آوری و لے بجشم داخل میکنی“ یعنی تو کانٹے کو پاؤں سے نکال کر آنکھ میں داخل کرتا ہے۔ یہی کما دت موجودہ زمانے کے ان ادا باش الناسیل پر صادق آتی ہے، جو کہتے ہیں ”ہم سرکار سید الشہداء کا ماتم (سینہ زنی) بھی کرتے ہیں اور شراب بھی پیتے ہیں، ہم سید الشہداء کی عزاداری پر روپیہ بھی خرچ کرتے اور شراب بھی پیتے ہیں، اس وقت یعنی بروز قیامت سرکار سید الشہداء کی برکت سے ہماری مغفرت ہو جائے گی“

اے بدنصیب انسانو! کیا یہ ممکن ہے کہ سرکار سید الشہداء دشمن خدا سے



دوستی کریں، آگاہ ہو جاؤ، کہیں یہ امر تمہاری ہلاکت کا سبب نہ ہو اور تمہاری شہساری کا سبب نہ ہو جائے پس جو گناہ بخشے جائیں گے وہ اس قسم کے گناہ نہیں ہیں۔ بلکہ وہ ایسے گناہ ہیں جو انسان سے غفلت میں یا غلبہ نفس و خواہش وغیرہ سے صادر ہوئے ہیں۔ ہم نے ان امور کا ذکر شہادت کے طور پر نہیں کیا۔ بلکہ اس لئے کیا ہے کہ اصلاح اعمال ہو جائے۔ دین میں سب سے پہلی بات اللہ کی معرفت ہے اس کے بعد دین کی آخری بات محاد یعنی روز قیامت پر عقیدہ ہے۔ سرکارِ ولایت امیر المومنین علی مرتضیٰ نے فرمایا ہے۔ **رحمہ اللہ امرٌ تفکر من آئین و فی آئین والی الدین**؛ خدا ایسے انسان پر رحم کرے جو یہ غور کرتا ہے کہ میں کہاں سے آیا ہوں؟ میں اب کہاں ہوں؟ اور میں کس طرف پلٹ کر جانے والا ہوں؟ یہ تین باتیں ہیں جن کا امیر المومنین علیہ السلام نے ذکر کیا ہے۔ ان تینوں سوالوں پر خوب غور کیجئے کہ ہمارے پاس ان تینوں سوالوں کا کیا جواب ہے۔ آج سے اسی سال پیشتر تم میں سے کسی کا وجود تک نہیں تھا۔ اور بالکل تم میں سے کسی کا وجود تک نہیں تھا۔ جیسا کہ ہم پہلے نہیں تھے۔ اسی طرح کچھ عرصہ کے بعد میرا اور آپ کا وجود تک نہیں ہوگا۔

**معرفت کی بنیاد** | دین کی پہلی بات یہی ہے کہ ہم خدا کو پہچانیں۔ اللہ کی معرفت کے بغیر اور اس کے حبیب سرکار رسالت محمد مصطفیٰ کی معرفت کے بغیر اور ان کے اوصیائے کرام ائمہ اہل بیت کی معرفت کے بغیر کسی چیز کا فائدہ نہیں۔ اگرچہ تو صائم الدہر (ہمیشہ روزہ رکھنے والا ہو) اور قائم اللیل (ساری رات نماز میں کھڑے رہنے والا ہو) ان کی معرفت کے بغیر اعمال کا کوئی پھل نہیں ملے گا۔ پس کوشش کیجئے کہ دینی کیفیت صحیح طور پر پیدا ہو جائے، اللہ کی معرفت، سرکار رسالت کی معرفت اور ائمہ اہل بیت کی معرفت حقیقی طور پر حاصل ہو جائے۔

ان معرفتوں کی بنیاد اور ان میں سب سے اول اللہ کی معرفت ہے۔ پس



خوب غور کر لے اور پوری جدوجہد کر کہ تجھے اللہ کی معرفت حاصل ہو جائے۔ ایسا نہ ہو کہ تو اس معرفت کے بغیر ہلاک ہو جائے۔ تجھے وجودِ صانعِ عالم پر اعتقاد رکھنا چاہئے تجھے جانتا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہے اور وہ ایسا نہیں جسے تو اپنے ذہن میں کوئی چیز تصور کرتا ہے۔ ایسی معرفت مقبول نہیں رہ کر دی جائے گی۔ امیر المومنین مہر کا ولایت علی مرتضیٰ نے فرمایا ہے :-

كَلَّمَامَيِّزَتَمُوَّةٌ بِأَوْهَامِكُمْ هُوَ مَخْلُوقٌ لَكُمْ مَرْدُودٌ إِلَيْكُمْ

جس چیز کو تمہارے اوہام نے تمیز دیا ہے وہ تمہاری مخلوق ہے اور تمہاری طرف سے رو کر دیا جائے گا (وہ خالق نہیں ہے)

کذب العادلون و ضلوا ضللاً لا یعیداً و خسروا خسراً مبیناً  
عادلون (ادگر و ادول) نے جھوٹ کہا اور انہوں نے انتہائی گمراہی اختیار کی ہے  
اور کھلم کھلا گھٹائے کا سودا اختیار کیا ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا :-

مَنْ شَبَّهَكَ بِأَوْهَامِهِ عَلَى خَلْقِكَ فَهُوَ كَأَنَّ

جس کسی نے اپنے اوہام سے تجھے تیری مخلوق سے تشبیہ دی پس وہ کانہی عرض  
جو چیز بھی تجھے نظر آئے یا تیرے فکریں سمائے تو صاف کہہ دے۔

جَلَّ رَبِّي عَنْ ذَالِكَ جَلًّا وَعَلَى عَمَّةٍ مِثْلِهِ مِثْلَانَا هُوَ الَّذِي خَلَقَ الْمَكَانَ  
فَلَا مَكَانَ لَهُ هُوَ الَّذِي خَلَقَ الْأَجَالَ فَلَا أَجَلَ لَهُ هُوَ الَّذِي خَلَقَ الْحُلَّ فَلَا  
حُلَّ لَهُ كَمَا لَمْ يَعْرِفْهُ أَنْ يَقُولَ إِنَّ رَبَّ جَلَّ جَلَالُهُ مَوْجُودَانِ كَمَا  
اِثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَلَا يَعْلَمُ كُنْهَ ذَاتِهِ الشَّرِيفِ  
الْأَوْفَكُ مَا يَحْسِبُ يَنْظُرُ أَكْ وَ أَوْهَامُكَ فَقُلْ سُبْحَانَ رَبِّي عَنْ ذَالِكَ  
سُبْحَانَ رَبِّي الْأَعْلَى وَ بِحُجَّةِ هَذِهِ الرَّحْمَةِ مِنْ مَرَا حِلِّ التَّنْزِيهِ لِلرَّبِّ  
فَحَاصِلُ التَّنْزِيهِ أَنْهُ لَيْسَ بِمَحَلٍّ مَرُورِ الزَّمَانِ وَلَا يَشْغَلُهُ الْمَكَانُ



وكان قبل خلق الخلق كما قال امير المؤمنين خالق اذ لا مخلوق رب  
اذ لا مربوب عالم اذ لا معلوم

”میرا پالنے والا اس سے بزرگ ہے جو بزرگ ہو نیکافق ہے اور وہ شان کے لحاظ سے اس سے بلند و بزرگ  
وہ وہی ہے جس نے مکان کو پیدا کیا پس اس کیلئے کوئی مکان نہیں ہے وہی ہے جس نے مدتوں کو پیدا کیا پس  
اس کے لئے کوئی مدت نہیں، وہ وہی ہے جس نے محل کو پیدا کیا پس اس کے لئے  
کوئی محل نہیں۔ اس کی کمال معرفت یہی ہے کہ تو کہے کہ یقیناً اللہ جل جلالہ موجود ہے  
اے معبود تو ایسا ہے جیسا کہ تو نے بنفس نفیس اپنی تعریف کی ہے۔ مہر کار رسالت محمد  
صطی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ کوئی شخص تو اس کے سوا اسکی  
کہنہ ذات کو نہیں جانتا پس جو کچھ تمہاری نظر میں آئے یا تمہارے اوامہ میں سمائے اس  
کے متعلق کہو کہ میرا پالنے والا اس سے پاک و منزہ ہے میرا پالنے والا اس سے بلند  
و بزرگ ہے اور اسی کے لئے محمد ہے۔ یہ تنزیہ الہیہ کی منزلوں میں سے ایک منزل  
ہے۔ اس تنزیہ کا حاصل یہی ہے کہ اللہ نے اپنے گزرگاہ کے مقام پر نہیں ہے  
اور اسے کوئی مکان نہیں گھیرتا۔ اور وہ مخلوق کے خلق کرنے سے پہلے موجود تھا  
امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ وہ خالق تھا جبکہ کوئی مخلوق موجود نہ تھی  
وہ رب تھا جبکہ کوئی پرورش پانے والا موجود نہ تھا، وہ عالم تھا جبکہ کوئی معلوم ہو  
نہ تھا۔

یہ جزئیات توحید میں سے ایک جزو ہے۔ تجھے جان لینا چاہئے کہ تنزیہ الہیہ سے  
الحادث تک ان منازل دین کے سوا کوئی منزل نہیں ہے۔ دین کی منزلوں میں سے ایک  
منزل اعتقاد و آخرت ہے جس کے لئے تو ملک امراض میں مبتلا ہے اور تجھے ایسا  
عارضہ ہے جو ہلاکت کا سبب ہو سکتا ہے۔ یہ امر آخرت ہے جس میں تجھے شک ہے  
ہم نے اکثر دیکھا ہے کہ بعض اوقات ایک شخص کہہ رہا ہے میرے گھر میں



ایک سیر عزیز مرلض ہے میں ابھی تک اس کی حالت سے بے خبر ہوں۔ اسے بچاؤ  
انسان کہ تیری عمر پینتیس سال سے زیادہ ہو چکی ہے، تو مرلض ہے، تجھے محبت دنیا  
کاتپ لازم (دق) ہے، تو اپنی مرض سے کیوں بے خبر ہے، تو اپنی جان عزیز کے  
لئے کہ جس سے بڑھ کر تیرا کوئی عزیز نہیں جدوجہد کیوں نہیں کرتا، اگر امر آخرت  
میں تنگ کا مرض اور دوسرے تمام عوارض و اسقام اسی طرح جاری رہے تو تیری  
روح حاتی ہلاکت کا سبب ہوں گے (اور دوسروں کی خبر گیری سے پہلے اپنے  
امراض و اسقام کی طرف متوجہ ہو)

آج میں چاہتا ہوں کہ مرنے کی کیفیت کو بیان کر دوں تاکہ تجھے معلوم ہو جائے  
کہ تیرے مرنے سے کیا مراد ہے۔ تیرے مرنے کے کیا معنی ہیں۔ کیا تیرا مرنا بھی گدھے، بچھڑ  
یا کتے کا مرنا ہے؟ یا کسی اور طرح پر ہے۔ تیرے مرنے اور بچھڑ اور لپٹو کے مرنے  
میں فرق ہے یا نہیں۔ بچھڑ اور لپٹو روح بنجادی رکھتے ہیں مر جاتے ہیں اور ختم ہو جاتے  
ہیں۔ میں تجھے ان سے جدا کرتا چاہتا ہوں، تو مر جائے گا مگر ختم نہیں ہوگا، تجھے  
تیری سواری سے اتار کر پیادہ کر لیں گے، تیری سواری (بدن) کو تجھ سے لے لیں گے  
پیادہ ہوتے پر تجھے جہاننا چلنے کے لئے کہاں جائے گا اس وقت تجھے اپنے مرنے  
اور حیوانات کے مرنے میں فرق معلوم ہو جائے گا۔

مجھے چاہئے کہ میں پہلے تیری زندگی بیان کر دو۔ پھر موت کا تذکرہ کروں، کیا تو  
سمجھتا ہے کہ بونڈخ میں تیری کیا حالت ہوگی اور اس کے بعد جو حالتیں ہیں۔ ان  
میں سے کیونکر گزرتا پڑے گا۔ تو زندگی بسر کرنے کے بعد مرنے کے وقت اپنی  
سواری (بدن) سے کس طرح جدا ہوگا۔

اپنے مرنے کو غور سے سن لے تاکہ میں تجھے حیوانات سے الگ کر کے دکھلاؤں۔ اب  
میں زندگی کی کیفیتوں کو بیان کرتا ہوں تاکہ تیری سمجھ میں اچھی طرح آ جائے کہ تو کس طرح



متفرق کیا جائے گا پھر کس طرح جمع کیا جائے گا۔ اگر آپ کو کوئی اس طرح دعا دے کہ آپ ہزار سال زندہ رہیں تو آپ سمجھ لیجئے کہ وہ آپ سے مذاق کر رہا ہے۔  
 الْحَبْتُ أَحَدُكُمْ لَوْلِيٍّ الْفَتْ سَنَةً

کیا آپ میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ وہ ہزار سال زندہ رہے، کیا آپ پانچ سو سالہ زندگی کو پسند کرتے ہیں؟ کیا آپ میں سے کوئی ایک سو بیس سال زندہ رہنا چاہتا ہے۔ اس وقت آپ کی حالت یہ ہو جائے گی کہ لوگ آپ کے منہ میں لقمہ ڈالیں، آپ کے پیٹے اور ان کی بیویاں بددعائیں دے رہی ہوں گی کہ اس بڈھے کی یہ خوراک اس کے لئے سانپ کا زہر ثابت ہو۔ اس وقت یہ حالت ہو جائے گی کہ آپ خود طہارت نہیں کر سکیں گے، دوسرے لوگ استنجا کریں گے۔ ان حالات میں مرنے کے لئے کچھ غور و فکر کرنا چاہئے۔ مرنے کے لئے کوئی تدبیر سوچنا چاہئے۔ اس زندگی میں غور کرنا چاہئے۔ ہمارا ایک خالق ہے۔ انسان کش فوٹل میں آلودہ ہے، اور وہ خالق مہربان انتہائی لطافت میں ہے۔ وہ انسانوں سے بزرگ و بالاتر ہے۔ اگر وہ آپ سے لپٹ یا مساوی ہوتا تو آپ کو خلق کس طرح کرتا۔ اسی طرح وہ آسمانوں اور زمینوں سے اور اس سے جو کچھ ان میں ہے روشنی اور تاریکی سے عقل سے ملائکہ مقربین و معظمین سے بزرگ و برتر ہے۔ اگر ان سے لپٹ یا ان کے مساوی ہوتا تو انہیں خلق کس طرح کرتا۔ وہ تمام موجودات سے بزرگ و برتر ہے۔

اے انسان! اللہ تعالیٰ نے تیرے دو جسم خلق کئے ہیں اور چار روہیں خلق کی ہیں۔ تین روہوں میں حیوانات شریک، ایک روح ایسی ہے جس میں تو حیوانات سے ممتاز ہے۔ اس روح میں حیوانات تیرے شریک نہیں ہیں۔ یہی وہ روح ہے جو قیامت کے دن کہے گی۔

يَقُولُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَقَرُّ



”انسان کے گناہ آج کے دن بھانگنے کی جگہ کہاں ہے“

ارشاد ہوتا ہے :-

کَلَّا لَا وَزَرَ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ

يَنْبُوءُ إِلَّا تَسَاءَلُ يَوْمَئِذٍ بِعَاقِبَتِهِمْ وَأَخْرَجَ

ایسا نہیں ہو سکتا، اس کے لئے آج تیرے رب کے پاس ٹھکانا نہیں۔ آج

انسان نے جو اعمال کئے، اس کا بدلہ پائے گا۔

ان دو بدنوں میں سے ایک تیرا بدن جسد مادی ہے۔ وہ ایک صورت بھی رکھتا ہے۔ یہ بدن عنصری ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے تین ہزار اعضا اور چار ہزار قوتیں قرار دی ہیں۔ اس کے علاوہ اس جسم میں شریانیں، اعصاب، ٹچھے اور رگیں ہیں اور گونا گوں اقسام کی ہیں۔ بعض کی شکل حرکت کی ہے، بعض کی شکل الف لام کی ہے بعض جڑی ہوئی ہیں بعض کی شکل گھنڈی کی ہے۔ اور بعض کی شکل گھنڈی کے مقام سی ہے۔ پس اس صانع عالم نے جسے تو نہیں پہچانتا انہیں رگوں اور ہڈیوں سے جوڑا ہے۔ اس نے انسانی بدن میں مختلف رگوں کو قرار دیا ہے۔ بعض موٹی ہیں اور بعض نازک ہیں بعض رگیں شعری ہیں جو باریک بال کی طرح ہیں اسے بے مرزت انسان تیرے بدن میں ایک رگ ہے جو بال سے بھی زیادہ نازک ہے، وہ کھوکھلی اور اندر سے خالی ہے۔ بے انصاف غور کر کہ اسے کس نے درست کیا ہے؟ اور کس نے اس میں سوراخ پیدا کیا ہے۔ اسے کھوکھلا رکھا ہے؟ تاکہ اس میں ہوا داخل ہو سکے اور اسے خوراک پہنچ سکے۔ یہ بھی رگ کی ایک قسم ہے۔ ایک اور قسم کی رگیں ہیں جن کے ایک طرف خون کی جگہ ہے، دوسری طرف ہوا کی جگہ ہے۔ اور ان میں زندگی کو جاری و ساری کیا ہے جو اجوائے روح کی جگہ ہے اور محل اذیت ہے، اسے خون کے جاری رہنے کی جگہ سے نیچے رکھا ہے۔ اور جو محل اذیت نہیں ان سے مجوائے



روح رگ کو اوپر رکھا ہے۔ ان صنائع الہیہ پر غور کرو اور کہو۔  
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ حَقًّا حَقًّا

کوئی معبود نہیں مگر اللہ، وہی حق ہے، حق ہے۔

جب آپ میں سے کوئی ان صنائع الہیہ کو سنے تو الہی عظمت و جلال پر توجہ کرنا چاہیے۔ پھر اپنی حالت پر نظر کیجئے اور کہیے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ پھر سرکارِ احدیت میں عرض کیجئے۔ پالنے والے! میں اپنے اس اقرار کو تیرے سپرد کرتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ میرے اس اقرار کو میری موت کے وقت اور منکر و نکیر کے سوال کے وقت میری طرف لوٹا دینا۔

**خَلَقَ الْإِنْسَانِيَّةَ بِدَعْوَتِ فِكْرٍ** | اسی انسانی آنکھ کو دیکھئے۔ خالق نے اس میں ہزار ہا حکمتیں رکھی ہیں۔ ایک یونانی حکیم کا مقولہ ہے کہ اس آنکھ میں اوضاعِ خارجیہ کے لحاظ سے دس ہزار حکمتیں ودیعت کی گئی ہیں۔ اور بعض ایسی حکمتیں ہیں جو ہمارے ادراک سے بالاتر ہیں۔ اگر ان میں محسوس میں میں اعضاءِ انسانیہ میں سے کسی ایک عضو کی حکمتوں کو بیان کر دوں تو میرا بیان ختم نہیں ہوگا۔

اس ظاہری بدن کے علاوہ انسان کو ایک باطنی بدن عطا ہوا ہے۔ جو غیب ہے اور صورتِ محض ہے۔ مادہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں وہ جسم مثالی ہے یہ جسدِ مثالی عالمِ برزخ سے تعلق رکھتا ہے۔ مرنے کے بعد قیامت تک اسی جسم سے آمد و رفت کا تعلق ہے۔ یہی اصلی جسم ہے۔ انسان میں ایک روح طبعی ہے۔ ایک روح نفسانی۔ روح نفسانی کی قرارگاہ دماغ ہے۔ یہی روح تصورِ خیال، تذکر اور تفکر کا مخزن ہے۔ دورِ حاضر میں اللہ نے عقلی و شعورِ اقوامِ یورپ کو دیا ہے۔ جنہوں نے دغائی جہازِ مشین کو ایجاد کیا ہے۔



ابتدائے آفرینش میں انسان درختوں کے پتوں سے اپنا جسم ڈھانپتا تھا۔ پھر کھالیں پہننے لگا۔ کسی قدر ترقی کی تو جولاہے کا پیشہ وجود میں آیا۔ اور لوگ سیاہوالباس پہننے لگے اس زمانے میں جولاہے اشرف مخلوقات خیال کئے جاتے تھے۔ وہ روئی کو نکال کر لباس بناتے تھے۔ یہاں تک کہ چرخہ ایجاد ہوا، کسی نے کہا کہ انہوں نے اتنے عظیم الشان کام کئے ہیں اس لئے خدا ہیں۔ جیسا کہ اس زمانہ میں لوگ خدایانِ فرنگ سے اتنا متاثر ہیں، قریب ہے کہ ان کی الوہیت کو ثابت کرنے لگیں۔

الغرض روحِ انسانی کا معدن دماغ ہے۔ اگر دماغ کے دس اوضاع میں سے کسی کو صدمہ پہنچ جائے تو روحِ انسانی میں نقص آجاتا ہے۔ ایک روح کا مقام جگر تو ایک روح کا مقام پیچھے پڑا ہے اسی پر انسانی زندگی کا انحصار ہے۔ یہ روح ہوا کو جذب کرتی ہے۔ اگر کوئی شخص اس حقیقت پر یقین نہ رکھتا ہو کہ زندگی اسی روح سے وابستہ ہے۔ وہ ذرا اپنے سانس کو روک کر دیکھ لے کہ وہ ہلاک ہوتا ہے یا نہیں۔ پس زندگانی کا انحصار اسی روح حیوانی پر ہے۔ یہ تین قسم کی روحیں حیوان بھی رکھتے ہیں۔ روح کی ایک اور قسم روحِ انسانی ہے۔ جو انسان کے لئے مخصوص ہے۔ اسی روح کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا ہے:-

ثُمَّ أَنشَأْنَا لَهُ خَلْقًا آخَرَ نَبَارِكُ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ

پھر ہم نے ایک اور خلق کو اس میں پیدا کر دیا۔ بابرکت ہے اللہ تعالیٰ جو بہترین خالق ہے۔

روحِ انسانی جس درجہ مثالی میں آمدورفت رکھتی ہے۔ روحِ طبعی، روحِ انسانی اور روحِ کبدی کیفیتِ سیر نہیں رکھتیں۔ یہ ایک خصوصیت ہے کہ روحِ انسانی انسان میں موجود ہے جو دوسرے حیوانات سے تعلق نہیں رکھتی۔ اب جبکہ آپ حضرات روحِ انسانی اور روحِ کبدی، روحِ طبعی اور روحِ انسانی سے واقف ہو گئے ہیں آپ سمجھ گئے



ہوں گے کہ مرنے کے وقت کیا ہوگا اور آپ کے مرنے اور حیوانات کے مرنے میں کیا فرق ہے۔ انشاء اللہ اب آپ اپنے حالات سے واقف ہو چکے ہوں گے۔

**مصائب** | اب چونکہ ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ ہر مجلس کے آخر میں اس دل شکستہ معصوم کے لئے اپنے دل کو شکستہ کریں۔ میں اپنی گزشتہ مجلس میں بیان شدہ فقرہ کا تتمہ بیان کرتا ہوں۔

سرکار رسالت نے جناب امیر علیہ السلام کے لئے گریہ فرمایا اور بیان فرمایا۔ کہ جناب امیر علیہ السلام کی ریش مبارک خون سر سے خضاب کی بجائیگی، سرکار ولایت علی مرتضیٰ نے سرکار سید الشہداء کے لئے گریہ فرمایا اور فرمایا کہ ان کی ریش اقدس بھی خون سر سے خضاب کی بجائیگی اور سید الشہداء سے فرمایا کہ ہم دونوں کی ریشائے مطہر خون سر سے خضاب ہونگی۔ میری محراب مسجدیں اور تہذیبی کربلا میں۔ یہ تو جناب امیر اور جناب سید الشہداء کے خضاب کا تذکرہ ہے۔

**جناب زینب کا بوسہ** | ایک جناب امیر المومنینؑ کی دختر ارجمند علیا جناب زینب کا بھی خضاب ہے۔ یہ خضاب آپ نے اس وقت کیا جب آپ بھائی کی نعش پر آئیں قتل گاہ میں پہنچ کر پہلے بھائی کی نعش کو چوما، سر تو نہیں تھا، خدا معلوم کہاں سے جو مارا ایک ایرانی شاعر نے علیا جناب زینب کی زبان حال سے اس وقت کی کیفیت کو اس طرح بیان کیا ہے۔ (مترجم)۔

خاک عالم بہ سرم کز اثر تیر و سناں | بجائے یک بوسہ من بر مہ اعضائے تنہیت  
ام المصائب کے نوحے کے بعض فقرات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے دو جگہوں کو چوما۔ ایک سہ شعبہ تیر کے لگنے کی جگہ کو چوما، دوسرے اس مقام کو چوما جو بوسہ گاہ سرکار رسالت مہدی۔



قال الراوی فواللہ لا انسی زینب بنت علی وہی تندب الحین  
وتنادی بصوت حزین وقلب کئیب یا محمد اہ صلی اللہ علیک وعلیک  
السلام ہذا حسین مرمل بالدماء مقطوع الاعضاء وبناتک سبا یا اہی  
اللہ المشتکی والی محمد المصطفی والی علی المرتضی والی حمزۃ سید الشہد  
یا محمد اہ ہذا حسین بالعرۃ لعلی علیہ السبا قتیل اولاد البغایا یا حزناک  
یا کریم اہ الیوم مات جدی رسول اللہ یا اصحاب محمد ہو لاء ذریۃ  
المصطفی لیسافون سوق السبا یا۔

راوی کہتا ہے کہ مجھے وہ وقت نہیں بھولتا جبکہ علیا جناب زینب بنت علیؑ  
نوحہ کر رہی تھیں اور غمگین آواز اور درد بھرے دل سے پکار رہی تھیں۔ اے نانا رسولؐ  
تجہ پر آسمان کا مالک درود بھیجے۔ یہ آپؐ کا حسینؑ خاک و خون میں آغشتہ پڑا  
ہے اس کے اعضائے جسم قطع کر دیئے گئے ہیں۔ تمہاری بیٹیاں قیدی بنالی گئی ہیں  
میں ان مظالم کی شکایت اللہ سے محمد مصطفیٰؐ سے علی مرتضیٰؑ سے اور حمزہ  
سید الشہداءؑ سے کرتی ہوں۔ نانا رسولؐ! یہ آپؐ کا حسینؑ صحرا میں پڑا ہے۔ اللہ پر  
اُڑا اُڑ کر خاک پڑ رہی ہے۔ اے بدکاروں کی اولاد نے قتل کیا ہے۔ ہائے  
افسوس! آج میرے جد رسول اللہؐ دنیا سے سفر کر گئے۔ اے اصحاب محمد  
مصطفیٰؐ، یہ محمد مصطفیٰؐ کی اولاد ہے۔ جنہیں قیدیوں کی طرح چلا یا جا رہا ہے۔  
لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ ۝



بسمه تعالی

# الجلس الأول والثلاثون في موعظة شهر ذي الحجة

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ وَالْفَضْلِ وَالْإِنْعَامِ  
الَّذِي لَيْسَ لِقَضَائِهِ دَافِعٌ لَا لِعَطَائِهِ مَانِعٌ وَلَا لِكُنْعِهِ صَانِعٌ  
وَهُوَ الْخَوَادِ الْوَاسِعُ، فَطَرِ اجْنَاسَ الْبَدَنِ وَالْيَقْنَ بِحِكْمَتِهِ الصَّنَائِعَ، وَلَا  
يَخْفَى عَلَيْهِ الظَّلَائِعُ وَلَا تَضْيِيعُ عِنْدَهُ الْوَدَائِعُ، جَازِي كُلَّ صَانِعٍ  
رَاسِ كُلِّ قَانِعٍ، وَرَاحِمُ كُلِّ ضَارِعٍ، مَنْزِلُ الْمَنَافِعِ، وَالْكِتَابُ  
الْجَامِعُ، وَالنُّورُ السَّاطِعُ وَهُوَ لِلدَّعَوَاتِ سَامِعٌ وَلِلْمَطِيعِينَ نَافِعٌ  
وَلِلدَّرَجَاتِ رَافِعٌ، وَلِلْكُرَيَاتِ دَافِعٌ، وَلِلجَبَابَةِ قَامِعٌ، وَرَاحِمُ عَبْرَةٍ  
كُلِّ ضَارِعٍ وَرَافِعُ ضَرَعَةٍ كُلِّ ضَارِعٍ، نَحْمَدُهُ عَلَى لِعْمَانِهِ الْعَظَامِ  
وَنَشْكُرُهُ عَلَى الْإِثْمَةِ الْجَسَامِ وَنُصَلِّي وَنُسَلِّمُ عَلَى نَبِيِّهِ مُحَمَّدٍ  
أَشْرَفِ الْأَنَامِ الْمُبْعُوثِ إِلَى الْخَاصِّ وَالْعَامِ وَعَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ  
الْأَيْمَةِ الْكِرَامِ وَالِدَعَاةِ إِلَى دَارِ السَّلَامِ عَلَيْهِمْ مِنَ التَّحِيَّةِ وَ  
السَّلَامِ مَا تَتَابَعَتْ اللَّيَالِي وَالْأَيَّامُ وَلَعَانَتْ الشُّهُورُ وَالْأَعْوَامُ  
عِبَادَ اللَّهِ: أَيُّهَا الَّذِينَ عَمَّرُوا وَفَنَعِمُوا وَعُلِمُوا وَفَهِمُوا فَانْظُرُوا  
وَسَلِّمُوا فَتَسُوا أُمَهُلُوا طَوِيلًا وَمُنَحَّرُوا جَمِيلًا وَحَذَرُوا أَلِيمًا وَ  
عَدُّوا حَسِيمًا أَحْذَرُوا الذَّنُوبَ الْمُورِطَةَ وَالْعُيُوبَ الْمُسْخِطَةَ  
يَا أُولِي الْأَبْصَارِ وَالْأَسْمَاعِ وَالْعَافِيَةِ وَالْمَتَاعِ هَلْ مِنْ مَنَاصِرٍ  
أَوْ خَلَاصٍ أَوْ مَعَاذٍ أَوْ فَرَارٍ أَوْ مَحَارِمٍ أَوْ لَاحِظٍ (فَإِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ)



أَمَّا بَيْنَ نَصْرَفَتِ؛ أَمَّا لِمَا ذَا لَفَتَوْتِ؟ وَإِنَّمَا خَطَّ أَحَدُكُمْ مِنَ  
الْأَرْضِ ذَاتَ الطُّولِ وَالْعَرْضِ قَيْدُ قَدَمِهِ مُتَعَفِّراً عَلَى خَدَمِهِ الْآنَ  
عِبَادَ اللَّهِ وَالْخَنَاقُ مُهْمَلٌ وَالرُّوحُ فِي فَبْنَةِ الْإِرْتِيَادِ وَرَاحَةِ  
الْأَجْسَادِ وَبَاحَةِ الْإِحْتِنَادِ وَمَهْلٍ الْبَقِيَّةِ وَالْفَ الْمَشِيَّةِ  
وَالنَّظَارِ التَّوْبَةِ وَالْفَسَاحِ الْحَوْبَةِ قَبْلَ الضَّنْكِ وَالْمُضْبِقِ وَالرُّوحِ  
وَالزُّهْوَ قَبْلَ قَدَمِ الْغَائِبِ الْمُنْتَظَرِ وَاحْذَرِ الْعَزِيزِ الْمَقْتَدِرِ  
(نسخ البلاغہ ص ۱۲۳ جز ۱ - طبع مصر)

**امیر المؤمنین کی تقریر**  
**اور اندازِ تقریر**  
بندگانِ خدا! وہ لوگ آج کہاں ہیں جنہیں طوفانی عرس دی  
گئیں اور انہوں نے عیش میں زندگی بسر کی، جنہیں احکامِ الہی  
کی تعلیم دی گئی اور اُسے وہ خوب سمجھے، مگر اس پر عمل پیرا  
نہ ہوئے جنہیں مہلت دی گئی مگر انہوں نے غفلت برتی اور صحت و سلامتی عنایت کی  
گئی۔ مگر وہ اسے بھول گئے، انہیں عرصہ و باز ملک ڈھیل دی گئی، عمدہ نعمتیں عطا کی گئیں  
در دناک عذاب سے ڈرایا گیا، ان سے اجرِ عظیم کے وعدے کئے گئے، ان کے انجام  
سے عبرت حاصل کر کے، ہلاک کرنے والے گناہوں اور خدا کے ناراض کر دینے والے  
عیلوں سے ڈرو۔ اے آنکھ کاں والو! صحت و سلامتی اور مال و متاع رکھنے والے  
انسانو! بتاؤ کوئی بچنے یا رہائی حاصل کرنے یا پناہ لینے یا آڑ پکڑنے یا بھاگنے یا  
پلٹ کر جانے کی جگہ ہے بھی یا نہیں؟ (اور وہ یقیناً نہیں ہے) تو پھر تم کدھر جتے جاتے  
ہو؟ یا کدھر پھرے جاتے ہو؟ یا کس دھوکے میں پرے ہوئے ہو؟ دیکھو اس لمبی چوڑی  
زمین میں تم میں سے ہر شخص کا حصہ اس کے قدر و قامت کے بقدر (قبر) ہے جہاں  
وہ اپنے ریشہ رے کے بل خاک آلود پڑا ہوگا۔

بندگانِ خدا! اس وقت جبکہ (کلا گھونٹنے والی) رسی کھل ہوئی ہے اور روح



دست کے پنجے سے) آزاد ہے حق کی جستجو کرنے کی گھڑی (ساعت) جہوں کی راحت رہا بھی امداد کے لئے) اکٹھے ہو جلتے کے صحن، بقیہ دور زندگانی کی مہلت اختیار کی ابتداء، توبہ کی مہلت، زمانہ حاجت کی کشادگی کے عالم میں پریشانی حالی اور مکان تنگ، خوف و اضطراب، نیرامی کی جانہوالی غائب موت کے آنے اور خدائے غالب و توانا کی گرفت سے پہلے عمل کر لو۔

روایت میں وارد ہوا ہے کہ جب حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا تو لوگوں کے جسم کانپنے لگے۔ آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور دل کانپ اٹھے۔ اور کچھ لوگوں نے اس خطبہ کا نام خطبہ غرار رکھا ہے۔

**وعظ کے لئے** | یہ موعظہ سرکارِ ولایت علی مرتضیٰ کا موعظہ ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام اپنے تمام اوقات کو موعظہ میں صرف فرماتے تھے۔ موعظہ کے لئے جناب امیر علیہ السلام کوئی خصوصیت

نہیں رکھتے کہ منبر پر ہی تشریف لیجا کر موعظہ فرمائیں۔ جس طرح آپ منبر پر تشریف لیجا کر موعظہ فرماتے تھے۔ اسی طرح سر بازار ہر طرح کے آدمی کو اسکی صفت اور اس کے پیشے کے لحاظ سے موعظہ فرماتے تھے۔ گھر میں موعظہ فرماتے تھے۔ حسین علیہما السلام کو موعظہ فرماتے تھے۔ اگر کوئی نہ ہوتا تھا تو آپ موعظہ کو تحریر فرماتے تھے۔ موعظہ فرمانا سرکارِ رسالت اور تمام اولیاء و انبیاء علیہم السلام کی شان ہے امامت اور نبوت کا پھل موعظہ ہے۔ علم کا ثمر موعظہ ہے۔ ہمارے اس زمانے میں موعظہ موجب تنگ و غار خیال کیا جاتا ہے۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر تمام عبادات اور جہاد کو ایک طرف رکھا جائے اور موعظہ کو دوسری طرف رکھا جائے، تو موعظہ سب عبادات کے برابر بلکہ تمام اعمال خیر سے بڑھ کر ہے۔



مَا أَعْمَالُ الْخَيْرِ كُلِّهَا وَالْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عِنْدَ الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ  
وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ

تمام کے تمام اعمالِ خیر حتیٰ کہ خدا کی راہ میں جہاد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے  
مقابلے میں اس طرح ہیں جس طرح شاہین مارنے والے سمندر کے مقابلے میں نہی ہو۔  
اور اس سے افضل ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ عدل بیان کرنا ہے۔ کوئی عمل موعظہ کے  
مرتبہ کو کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے نہیں پہنچتا۔ بلکہ تمام کام موعظہ کے مقابلے  
میں اس طرح ہیں جس طرح سمندر کے مقابلے میں نہی ہو۔ جناب امیر المومنینؑ کے موعظہ  
میں سے جو آپ نے مسجد میں منادی کرنے والے کی طرح فرمائے ہیں ایک موعظہ  
یہ ہے:-

تَجَهَّزُوا رَحِمَكُمُ اللَّهُ فَقَدْ نُوْدِيَ بِالرَّحِيلِ وَاقْتُلُوا الْعَرَجَةَ عَلَى الدُّنْيَا  
وَالْقَبْلُوا الصَّالِحَ مَا بَجَضَرْتُمْ مِنَ الزَّادِ فَإِنَّ أَمَامَكُمْ عَقِبَةً  
كَئُودٌ وَمَتَازِلٌ مَخُوفَةٌ مَهْوَلَةٌ لَا بَدَّ مِنَ الْوَرْدِ عَلَيْهَا وَالْوَقُوفُ  
عِنْدَهَا وَاعْلَمُوا أَنَّ مَلَا حِظَّةَ الْمُنِيَّةِ نَحْوَكُمْ دَانِيَةٌ وَكَأَنَّكُمْ  
بِمَخَالِبِهَا وَقَدْ لَشِبَتْ فِيكُمْ وَقَدْ دَهَمَتْكُمْ مِنْهَا مَقْطَعَاتُ الْأُمُورِ  
وَمَعْطَلَاتُ الْمَحْذُورِ فَقَطِّعُوا عِلَاقَ الدُّنْيَا وَاسْتَظْهَرُوا بَرَادَ  
التَّقْوَى

خدا تم پر رحم کرے، آخرت کے سفر کے لئے تیار ہو جاؤ، کوچ کے لئے منادی کی  
آواز بلند ہو چکی ہے۔ چاہئے کہ سب زادِ راہ اور سامانِ سفر اٹھائیے۔ کیونکہ تمہیں بہت  
سخت گھاٹیاں درپیش ہیں ایسی منزلیں ہیں جو پر خوف اور ہولناک ہیں۔ تمہارا ان  
منزلوں پر وارد ہونا اور وہاں ٹھہرنا ضروری ہے۔ موت تمہارے قریب پہنچنے والی ہے  
گویا کہ تم اس کے گرفت میں ہو اور اس نے اپنے نیچے گاڑ دیئے ہیں۔



دنیل سے قطع تعلق کرو اور تقویٰ کے زادِ سفر کو اپنی پشت و پناہ بناؤ۔

اس خطبہ کے آخر میں جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اس کٹھن راہ کا سالانہ سفر تقویٰ اور دینِ خدا ہے۔

ہاں جناب امیر علیہ السلام نے اس خطبہ اور موعظہ میں جو ہمارا عنوان بیان ہے ارشاد فرمایا ہے: احذرو الذنوب المورطۃ مہلک گناہوں سے ڈرو۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا: یا اولی الابصار والاسماع والعافیۃ والمتاع هل من مناصب او خلاصین او معاذ او فرار او محارم لا تؤفکون ام این تصرفون او بماذا تغترون یہ کلام جناب امیر المومنین علیہ السلام ہے جو تحت کلام خالق اور فوق کلام مخلوق ہے۔ آپ فرماتے ہیں:-

اے آنکھ، کان، والو! اے صحت و سلامتی اور مال و متاع والے انسانو! بتاؤ کہ اگر گناہ کی حالت میں تم دنیا سے جاؤ اور حالیکہ تم نے خدا سے کوئی رابطہ پیدا نہ کیا ہو، تو کوئی بچنے یا رہائی حاصل کرنے یا پناہ لینے یا آڑ پکڑنے یا بھاگنے یا لیٹ کر جانے کی جگہ ہے بھی یا نہیں؟

کہتے ہیں کہ جب جناب امیر علیہ السلام نے یہ موعظہ فرمایا تو لوگوں کے جسم کا نپنے لگے۔ آنسو رواں ہو گئے، دل کا نپنے لگے، معلوم نہیں کہ اس موعظہ سے آپ کے دلوں میں خوفِ خدا پیدا ہوا ہے یا کہ نہیں؟ ہم کہتے ہیں کہ کوئی ایسی صورت ہو کہ جس سے دلوں میں خوفِ خدا داخل ہو جائے اس موعظہ پر کلامِ خدا، کلامِ پیغمبر اور کلامِ امام کی روشنی میں غور کرنا چاہئے۔ جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ انتظار کی جانیوالی غائب موت اور خدائے غالب و توانا کی گرفت سے پہلے عمل کرو۔ تاکہ تمہارے لئے بچنے کی جگہ رہائی حاصل کرنے کی جگہ پناہ لینے کی جگہ آڑ پکڑنے کی جگہ یا لیٹ کر جانے کی جگہ اٹھ آجائے۔ اگر آپ عمل کرنا نہیں چاہتے تو پھر اسے اس روز تک چھوڑتے جاؤ



کہ جس دن نہ کوئی چاہے کار ہوگا نہ علاج (اگر آپ فلاح چاہتے ہیں) تو ایسی روحانی سلطنتوں کی رعایا ہو جائے جو نجات کی کفیل ہو جائیں۔ آج عرفہ کا دن ہے۔ الیادن ہے کہ آج آپ کا دل اللہ کی طرف مائل ہونا چاہئے۔ آج آپ کو مخلوق کی بجائے خالق کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے شخص سے جو عرفہ کے دن عرفات میں لوگوں سے سوال کر رہا تھا۔ فرمایا۔ آج الیادن ہے کہ تجھے مخلوق کی بجائے خالق کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ اگرچہ آج ہیں عرفات میں قیام کی سعادت حاصل نہیں ہے۔ تاہم ہم سرکار سید الشہداء کے حضور میں قیام سے سعادت اندوز ہیں۔ آج ہیں سرکار احدیت کی طرف اس طرح متوجہ ہونا چاہئے کہ ہمارے دلوں میں خوفِ خدا پیدا ہو جائے۔ ہم سب گنہگار ہیں۔ اے کاش ہم ایسے اشخاص ہی ہو جائیں جو اپنے گناہوں پر خوش نہیں ہوتے گناہگار دو قسم کے ہیں ایک وہ ہیں جو گناہ کرتے ہیں اور گناہ پر تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ بلکہ گناہ سے پہلے یہ خیال بھی کرتے ہیں کہ میں یہ گناہ کیوں کر دوں اور یہ فعل شنیع مجھ سے کیوں صادر ہو۔ گویا ایسے شخص کو فعل شنیع سے کچھ نفرت ضرور ہے۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کے لوگ اپنے دل میں کچھ خوفِ خدا ضرور رکھتے ہیں۔ دوسرے وہ گناہگار ہیں جو گناہ کرتے ہیں اور گناہ پر انہیں کوئی تکلیف یا رنج و ملال نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ خوشی محسوس کرتے ہیں اور گناہ پر فخر و مباهات کرتے ہیں۔ اب آپ اپنے طور پر غور کریں کہ آپ کی حالت کہیں ایسی تو نہیں کہ گناہ ذریعہ فخر و مباهات ہو گیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو آپ کو جان لینا چاہئے کہ آپ کے ایمان کا معاملہ تباہی تک پہنچ چکا ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو گناہگار گناہ پر رنج و محسوس نہ کرے۔ اس کے ایمان کا معاملہ تباہی کی حد تک پہنچ چکا ہے۔ جب انسان



زیادہ گناہ کرتا ہے تو گناہوں کی تاریکی ایمان کی روشنی کی جگہ لے رہی ہوتی ہے بعض ایسے گناہگار ہیں کہ ان کے گناہوں کی تاریکیوں سے نورِ ایمان ختم ہو جاتا ہے بعض ایسے بھی گناہگار ہیں کہ مرنے کے وقت تک صاحبِ ایمان ہوتے ہیں۔ لیکن زیادتی گناہ کی وجہ سے ان کا ایمان کمزور ہوتا ہے۔ موت کے وقت شیاطین عدلیہ آتے ہیں اور یہ لقیہِ جزوی ایمان بھی لے جاتے ہیں۔ جس چیز سے میں ڈرتا ہوں وہ اعمال پر غور ہے۔ یہ غور دنیا میں ہی ایمان کا خاتمہ کر دیتا ہے۔ یا شیاطین عدلیہ موت کے وقت ایمان لے جاتے ہیں۔ اس وقت اگر ان چیزوں کا کوئی علاج ہے تو وہ خوف و خشیتِ خدائے رحمن ہے اگر خوف کی کیفیت ہے تو مغفرت کی صورت ہے اور نہ ہلاکت ہے۔ مغفرت کی خوشخبری خوفِ خدا کے بعد وارد ہوئی جیسا کہ کلامِ خدا میں ہے۔

مَنْ خَافَ عَنْ رَبِّهِ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَأَجْرٍ كَرِيمٍ  
(اے حبیب!) جو شخص اپنے رب سے ڈرتا ہے اسے مغفرت اور اجرِ کریم کی خوشخبری دے دے۔

انسان کو مغرور اور خود پسند نہیں ہونا چاہئے۔ ان امور پر غور نہیں کرنا چاہئے کہ میں عالم ہوں، یا میں عالم کا بیٹا ہوں، یا میں سید ہوں، یا میں مجالسِ عزّا بجا کرتا ہوں، یا میں عبادات بجالاتا ہوں، اس لئے جو کچھ صبی میں نے کیا ہے یا کرتا ہوں، مجھے (نجات کے متعلق) اطمینان ہے۔

عبداً ایسا شخص یہ نہیں سوچتا کہ حلالِ حرام اور حرامِ حلال نہیں ہو سکتا۔ حلالِ محمدِ روبرو قیامت تک حلال ہے اور حرامِ محمدِ روبرو قیامت تک حرام ہے۔

ہم نے جو بیان کیا کہ گناہوں سے ایمان نصبت ہو جاتا ہے۔ اس کے متعلق



قرآن حکیم میں کچھ آیات ہیں۔ ہم ان میں سے بعض آیات کی طرف اشارہ کرتے ہیں یہ قرآنی آیات ہیں۔ یہ بیانات اجتہاد یہ نہیں کہ آپ کہہ دیں ہم آپ کی تقلید نہیں کرتے ان آیات میں سے ایک آیت یہ ہے:-

فَاعْقِبْهُمْ نَفَاقًا فِي تَلَوِّهِمْ إِلَى يَوْمِ يَلْقَوْنَهُ بِمَا أَخْلَفُوا اللَّهَ  
وَعَدَهُمَا كَانُوا بَٰكِذِينَ

چونکہ انہوں نے خدا سے خلافت عہد کیا۔ پس موت کے وقت (یوم ملاقات) انجام کار ان کے دلوں میں نفاق ڈال دیا گیا۔ کیونکہ وہ جھٹلاتے تھے۔

زمانہ سرکار رسالت میں ایک شخص نے عہد کیا۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ اسے مال دے گا وہ مال اللہ کے رستے میں دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے مال دیا۔ رسول اللہ ص نے ایک شخص کو اس کے پاس بھیجا اور مال خدا کا مطالبہ کیا۔ اس نے جواب میں کہا کیا سرکار رسالت ہم سے جزیہ چاہتے ہیں۔ فرستادہ شخص لوٹ آیا اور جو کچھ اس نے کہا تھا سرکار رسالت سے عرض کر دیا۔ وہ مالدار شخص بعد میں پشیمان ہوا۔ مال لے کر حاضر ہوا۔ رسول اللہ ص نے قبول نہ فرمایا اور فرمایا۔ خذ الٹ بما عصوا وکانوا الخ یہ اس کا نتیجہ ہے۔ جو اس نے نافرمانی کی زیادتی گناہ ایمان کو ختم کر دیتی ہے۔ اس باب سے میں ایک اور آیت ہے:-

كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ اسَاءُوا وَالسُّوءَ كَانُ كَذِبًا بِآيَاتِ اللَّهِ  
وَكَا نُوا بِهَا لَيِّسَتْ هَزُونَ

ان لوگوں کا انجام جنہوں نے گناہ بہت کئے یہ تھا کہ وہ آیات الہیہ کو جھٹلائیں اور وہ ان پر مذاق کریں اور کافر ہو جائیں۔ یہ وہی آیت ہے



جسے علیا جناب زینب طاہرہ نے یزید ملعون کے دربار میں بطور استدلال بیان فرمایا تھا، کوئی یہ نہ کہے کہ میں ہی قرآن سے استدلال کرتا ہوں۔

صدیقہ صفری علیا جناب زینبؑ نے یزید سے ارشاد فرمایا تھا: جن لوگوں نے بہت گناہ کئے ان کا انجام یہ تھا کہ انہوں نے دینِ خدا کی تکذیب کی اور اس کا مذاق اڑایا۔ پس وہ کافر ہو گئے۔ اب آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ گناہوں کا انجام کار کیا ہے کثرتِ گناہ سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔

ڈرو، تاکہ خوفِ تھارے دلوں میں داخل ہو جائے۔ بعض گنہگار ایسے ہیں کہ جن کے دلوں میں خوفِ خدا داخل ہوتا ہے اور بعض ایسے گنہگار ہیں کہ وہ اللہ سے بالکل نہیں ڈرتے بالخصوص عتباتِ عالیات میں رہنے والے کہ جو غرور میں ڈوب گئے ہیں۔ بعض اوقات میرا دل چاہتا ہے کہ میں اپنی تقریر و وعظ اس طرح بیان کروں جس طرح وہ چاہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ واعظ تنذیر کا پہلو اختیار نہ کرے اور ایسے مضامین بیان کرے جن سے ان کے دل میں خوفِ خدا پیدا ہو۔ یہ امر خدا و پیغمبرِ خدا کی روش کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :-

خافونی انکنتہ مؤمنین۔ مجھ سے ڈرو، اگر تم مومن ہو۔ پھر فرمایا ہے ان عذابی هو العذاب الالیم۔ تحقیق میرا عذاب وہ بہت و فک عذاب ہے پھر فرمایا انتہ لشدید العقاب۔ تحقیق وہ حدِ سخت عذاب دینے والا ہے۔ ہاں ایسا بھی ہے کہ انتہ لرووف الرحیم کہ وہ خدا مہربان اور رحیم بھی ہے۔

ماہِ رمضان المبارک کی دعاوائے شب میں آپ نے کہا ہو گا :-

القینت انت انت ارحم الراحمین فی موضع العفو والرحمة وانت المعاقبین فی موضع النکال والنقمہ۔

میں نے یقین کیا ہے کہ تو رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا



ہے۔ جبکہ تو عفو و رحم پر مائل ہو اور تو سب سے زیادہ سخت عذاب کرنے والا ہے جب کہ تو عذاب اور انتقام کو اختیار کرے۔

**قرآن اور تذیب** | میں کون سے سورۃ قرآن کو آپ کے سامنے تلاوت کروں کہ جس سے خوفِ خدا آپ کے دلوں میں پیدا ہو جائے۔ سورۃ

اذا وقع کو تلاوت کروں جس کے متعلق سرکارِ رسالتؐ نے فرمایا ہے۔ کہ اس سورۃ نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے یا سورۃ غاشیہ کی تلاوت کروں یا کسی دوسری خوف پیدا کرنے والی سورۃ کی؟ آپ کا خود قرآن پڑھنا دردِ دل کی دوا اور امراض کے لئے شفا ہے۔

وَنَزَلَ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ  
اور ہم نے قرآن میں وہ پھر نازل کی ہے۔ جو مومنین کے لئے شفا اور رحمت ہے۔ کچھ لوگ جو کسی قدر مُلا ہو جاتے ہیں وہ قرآن مجید کی تلاوت کو عار سمجھتے ہیں اور قرآن پر کان نہیں دھرتے (سننے نہیں)  
امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ قرآن پڑھو۔ تاکہ میں سنوں، اور تجھے قرآن پڑھنے یا سننے میں عار محسوس ہوتی ہے۔

الْقَارِعَةُ ۚ مَا الْقَارِعَةُ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ ۚ يَُوْمَ يَكُونُ  
النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ فَأَمَّا  
مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاٰ ضَیِّعَةٍ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ  
مَوَازِينُهُ فَأُمَّةٌ هَادِيَةٌ وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَه نَارُ حَامِيَةٍ

”کھڑکھڑانیوالا (واقعہ) کیا ہے وہ کھڑکھڑانیوالا (واقعہ) اور تم کیا سمجھے کہ وہ کھڑکھڑانیوالا واقعہ ہے کیا؟ وہ دن جس دن آدمی ایسے ہو جائیں گے جیسے پھیلے ہوئے پتنگے اور پہاڑ ایسے ہو جائیں گے جیسے دھنکی ہوئی ادن۔ پس جس کے اعمال نیک کی



تول بھاری نکلے گی، وہ تو خاطر خواہ عیش میں ہوگا اور جس کے اعمال نیک کی تول کم  
 اترے گی تو اس کا ٹھکانا ہادیہ ہوگا، تم کیا سمجھے کہ ہادیہ کیا ہے، دہکتی ہوئی آگ  
 میں صرف ایک لفظ نارحامیہ کو بیان کرتا چاہتا ہوں۔ رب العزت فرماتا  
 ہے۔ "دہکتی ہوئی آگ" کیا سرد آگ بھی ہوتی ہے جو خدا فرماتا ہے "گرم آگ" ہاں دنیا  
 کی آگ اس آگ کی نسبت سرد ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا آتش فشاں ہوتے ہیں  
 جو فوراً اشیاء کو راکھ کر ڈالتے ہیں۔ برق اگر سمندر پر گرے اگر ان چیزوں سے  
 جوہر کی گرائی میں ہیں پھو جائے تو انہیں بھی خاکستر کر ڈالتی ہے۔ اس سے  
 آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ جسے خدا آتش گرم کہے وہ کس قدر گرم آگ ہے۔  
 آپ کی دلی خواہش ہے کہ میں آپ سے کہوں کہ آپ نہ ڈریں۔ کیا آپ اس  
 وقت سے نہیں ڈرتے جب آپ زمین تلے دفن ہوں گے۔ حضرت صدیق اکبرؓ  
 فاطمہ زہراؓ سلام اللہ علیہما باوجود اپنی جلال قدر رفعت منزلت اور عصمت و طہارت  
 قبر سے خائف تھیں۔ آپ نے جناب امیر المومنینؓ سے وصیت کی کہ جب حضور  
 مجھے دفن کر چکیں تو میری قبر پر کچھ عرصہ قیام فرمائیں، مجھے قبر سے خوف محسوس ہوتا ہے  
 کیا میں اس پر آپ سے یہ کہوں کہ آپ قبر سے نہ ڈریں۔ کیا میں آپ سے یہ کہوں  
 کہ آپ حشر و نشر سے اور ذکر و محشر سے نہ ڈریں، حساب و کتاب سے نہ ڈریں،  
 صراط سے اور صراط کی گھاٹیوں سے نہ ڈریں۔ کیا میں کہوں کہ آپ جہنم سے نہ  
 ڈریں۔ جب جہنم کو ہمارے ہوئے جانور کی طرح پیش کیا جائے گا۔ انبیاءؑ خوف  
 سے گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے، آپ نہ ڈریں، حضرت ابراہیم خلیل اللہ جب  
 گھٹنوں کے بل گریں گے تو عرض کریں گے رب انا خلیلک دینے والے  
 میں تیرا خلیل ہوں، تمام انبیاءؑ نفسی نفسی کہہ رہے ہوں گے۔ ہمارے سرکار رسالت  
 امتی امتی کا نعرہ بلند فرمائیں گے۔ بعض گروہوں کو جہنم میں لے جائیں گے، بعض



پردانہ کی طرح خود جہنم میں گر پڑیں گے۔ بعض کو جہنم خود اپنی لپیٹ میں لے لیا۔  
انشاء اللہ ان واقعات کو سن کر آپ پر خوف طاری ہو گیا ہوگا اور غور کا  
نشہ اتر چکا ہوگا۔

**عرفہ کا تعارف** | آج عرفہ کا دن ہے۔ حضرت آدمؑ کا کام اسی دن درست ہوا  
تھا۔ انشاء اللہ ان کی اولاد کا کام بھی آج ہی درست ہو جائے

گاہِ حرا پر یقین کے بعد بہترین امورِ خوفِ خدا ہے کہ اسی سے انجام بخیر ہوتا  
ہے۔ ہمیں اب ذکرِ مظلوم کر بلا حضرت سید الشہداءؑ کرنا ہے کیونکہ یہ ذکر بھی انجام  
بخیر کا ذریعہ ہے) ہم سید الشہداءؑ (ارواحِ صالحہ الفداء) کے آج کے واقعات  
کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔ آج عرفات کے میدان میں وقت کا دن ہے دعا  
کا بھی دن ہے۔ میں آج کے حالات بھی بیان کر دوں گا۔ آج حجاج مکہ سے عرفات  
جار ہے ہیں۔ سرکارِ سید الشہداءؑ آج مکہ سے باہر تشریف لے آئے ہیں۔ آپ  
نے ایک اور حج کے لئے احرام باندھا ہے۔ ہر حج ایک مؤذن حج رکھتا ہے  
متعارف حج کے مؤذن حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں۔ جب آپ کعبہ کو تعمیر  
کر چکے تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا:-

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ لِّي ذُرِّيًّا يَحَقِّقَ الْحَقَّ وَارْحَمْنِي وَمَنْ يَحَقِّقِ الْحَقَّ يَأْتِ بِهُ خَيْرًا  
مِنْ كُلِّ عَمَلٍ عَمِيQ۔

لوگوں کو حج کے لئے اعلان دو کہ وہ تمام تمہارے پاس پیدل آئیں اور تمام دو  
دراز کے راستوں سے دیبے دیبے اور توڑوں پر سوار ہو کر چلے آئیں۔

حضرت ابراہیمؑ مقامِ ابراہیم پر تشریف لے گئے۔ وہ ایک پتھر ہے۔ آپ اس  
پتھر پر کھڑے ہوئے۔ آج آپ کے پاؤں کی جگہ اس پتھر پر ہے۔

آپ نے بازو بلند فرمایا:- هَيُّوْا لِي الْحَجَّ - حج کے لئے آؤ



تمام لوگوں نے جو اصحاب و ارحام میں بھی تھے اس آواز کو سنا۔ جس کسی نے لبتیک نہیں کہا وہ حج سے مشرّف نہیں ہوتا۔ اور جس کسی نے ایک دفعہ لبتیک کہا ہے وہ ایک دفعہ مشرّف ہوتا ہے۔ اور جس نے ایک سے زیادہ جتنی دفعہ لبتیک کہا وہ اتنی دفعہ حج سے سعادت اندوز ہوتا ہے۔ سرکارِ شہداء نے اس آواز پر میں دفعہ لبتیک کہا تھا۔ آپ میں دفعہ مشرّف ہوئے۔ مگر آپ اپنے اس آخری حج کو ختم نہ کر سکے کہ آپ کے گوش مبارک میں ایک اور صدا آئی اس اذان کے مؤذن سرکارِ رسالت محمد مصطفیٰؐ تھے۔

امام حسینؑ کو  
محمد حنفیہ کا مشورہ  
اسی دن جس دن سرکارِ شہادت مکہ سے روانہ ہوئے  
ہیں۔ جب مکہ سے باہر آئے آپ ناقہ پر سوار ہو چکے  
تھے۔ حضرت محمد حنفیہ حاضر ہوئے، انہوں نے ناقہ کی  
ہمار کو پکڑ لیا۔ پھر اس طرح گفتگو ہوئی۔

محمد بن حنفیہ۔ ”بھائی جان! کیا آپ نے میرے اس مشورہ پر جو میں نے کوفہ تشریف  
لے جانے کے متعلق عرض کیا تھا۔ غور فرمانے کا وعدہ نہیں کیا تھا؟“

سرکارِ شہادت۔ ”ہاں کیا تھا“  
محمد بن حنفیہ۔ پھر اتنی جلدی کوفہ کی طرف روانہ ہونے کا کیا سبب ہے؟  
سرکارِ شہادت۔ ”اتانی رسول اللہ بعد ما فارقت فقال لی اخرج  
یا حسین فان الله قد شاء ان یراک قتیلاً“

تمہارے مجھ سے جدا ہونے کے بعد رسول اللہ میرے پاس تشریف لائے  
حضور نے مجھے فرمایا۔ اے حسین! نکل جاؤ۔ تحقیق اللہ تعالیٰ کی مشیت یہی  
ہے کہ تجھے (اپنی راہ میں) شہید دیکھے۔

محمد بن حنفیہ۔ انا لله وانا الیہ راجعون۔ حضور! جب یہ صورتِ حالات ہے



تو پھر ان مخدرات عصمت و طہارت کو ہرا لے جانے سے کیا مقصود ہے۔  
 سرکارِ شہادت - میرے جدِ بزرگوار نے ان کے متعلق بھی فرمایا ہے۔  
 ان الله قد شاء ان يراهن سبائاً مشهكات في اسوال ذل  
 یہ بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے کہ انہیں بھی قیدی دیکھے۔۔۔ نیز جب تک میں زندہ  
 ہوں یہ مخدرات عصمت مجھ سے جدا نہیں ہوں گی۔

حضرت محمد بن حنفیہ نے جب یہ سنا تو انہوں نے بہت گریہ و بکا کیا اور سرکارِ سید  
 الشهداء کو الوداع کہا اور کہا یا حسین میں آپ کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ اس پر سرکارِ  
 شہادت نے اس حج کے لئے جس کے مؤذن سرکارِ رسالت محمد مصطفیٰؐ تھے  
 احرام باندھا۔ اور آپ اس حج کے مناسک بجالائے۔ یہاں تک کہ قربانی بھی اسی  
 روز دی جو مناسک حج میں سے ایک شک ہے اور وہ قربانی جو قربان ہوئی حضرت  
 مسلم بن عقیلؓ تھے۔ عرفہ کے دن سرکارِ سید الشهداءؑ نے مکہ سے سفر کیا تھا اور عرفہ ہی  
 کے دن حضرت مسلمؓ کو ذہ میں شہید ہوئے تھے۔ آپ کی یہ شہادت بہت رنج و مصائب  
 برداشت کرنے کے بعد ہوئی۔ حضرت امام حسین علیہ السلام جب اس حج کے مناسک  
 کو بجا لاچکے پھر واپس لوٹے۔ پھر ایک اور حج کے لئے محل ہوئے اور احرام باندھا  
 اس حج کے مؤذن سرکارِ رسالت محمد مصطفیٰؐ بھی تھے اور سرکارِ ولایت امیر المومنین علی  
 مرتضیٰؑ بھی مؤذن تھے۔ سرکارِ عصمت و طہارت فاطمہ زہراؑ بھی مؤذن تھیں اور سرکارِ  
 صلح دامن حضرت امام حسنؑ بھی مؤذن تھے

مصاببِ نعم محرم | محرم کی نو تاریخ عقی سرکارِ شہادت امام حسین علیہ السلام کی کسی  
 قدر آنکھ لگ گئی تھی کہ شکرِ یزید نے حملہ کر دیا۔ سرکارِ مصائب  
 ایک خواب | علیا جناب زینبؑ حاضر ہوئیں اور عرض کیا بھائی جان کیا آپ  
 شکر کی آواز دل کو نہیں سن رہے ہیں۔ بہت شور و غوغا بلند تھا۔ شکرِ یزید کے آدمی



ایک دوسرے کو مذاق کر رہے تھے اور خوش تھے، کیونکہ جانتے تھے کہ اب حضرت امام حسینؑ کو مادی فتح کی امید نہیں رہی۔ القصہ جب زینب طاہرہؑ نے عرض کیا تو سرکار سید الشہداءؑ بیدار ہوئے اور اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: اے بن! میں نے ابھی خواب میں اپنے جدا مجد محمد مصطفیٰؐ اور والد بزرگوار علی مرتضیٰؑ اور مادرِ مہربان فاطمہ زہراؑ اور برادرِ گرامی قدرِ امام حسنؑ کو دیکھا ہے۔ فرما رہے ہیں حسینؑ! تو عنقریب ہمارے پاس آنے والا ہے۔ ایک فرشتہ بھی ان کے ہمراہ تھا جو ایک سبز شیشہ ہاتھ میں لئے تھا۔ میرے جدا مجد رسول اللہؐ نے فرمایا: بیٹا تو اس امت کا شہید ہے۔ اہلِ سماوات تیری تشریف آوری کے منتظر ہیں۔ پس جلدی کرو۔ یہ فرشتہ یہ شیشہ لایا ہے تاکہ تمہارے مقدس خون کو لے اور اس شیشے میں رکھے، حضرت نے اس اذان پر بھی لبیک کہا اور تیار ہو گئے۔ سرکارِ وفا حضرت عباسؑ سے فرمایا: جاؤ اگر تم کر سکو تو انہیں ایک رات کے لئے بٹا دو یا انہیں رضامند کر لو کہ وہ ہمیں ایک رات کی مہلت دے دیں۔ تاکہ ہم ایک رات اور اللہ کی نمازیں گزار لیں اور دعا و استغفار کر لیں میرا وہ معبود جانتا ہے کہ میں نماز، تلاوتِ قرآن اور کثرتِ دعا و استغفار کو بہت دوست رکھتا ہوں۔

یہ حج بہت سے مناسک رکھتا ہے۔ ۹۔ محرم کو عصر کے وقت سرکارِ شہادت نے اس حج کے لئے لبیک کہا اور روزِ عاشور بعد نمازِ ظہر اس حج کے مناسک ختم ہوئے مناسک حج میں ایک قربانی دینا بھی ہے۔ ایسی قربانی جو حضرت اسماعیلؑ ذبیح کی قربانی سے عظیم و بزرگ تھی۔ وہ قربانی جو خلُق و خلق میں سرکارِ رسالتؐ سے مشابہ عقی یعنی حضرت علی اکبرؑ۔ ان مناسک میں کئی باتیں ہیں مثلاً مستحب ہے کہ ذبیح سے قبل قربانی کو پانی دیا جائے۔ شہدائے اہل بیت تمام پیارے تھے۔ مگر اس مخصوص قربانی کو سرکارِ سید الشہداءؑ نے پانی دیا ہے۔ لیکن وہ کس طرح۔ اپنی زبان سے پانی دیا



ہے۔ ظہر کا کچھ وقت گزرا تھا کہ حضرت اس حج سے محل ہو گئے۔ ایک دوسرے حج کا  
 احرام باندھا، اس حج کے مؤذن حضرت کی قربانی حضرت علی اکبرؓ تھے۔ حضرت علی اکبرؓ  
 نے وقت شہادت میدان سے آواز دی۔ آخری وقت آپ نے بندہ آواز سے کہا۔  
 میرے بعد رسول اللہؐ ہیں۔ مجھے اس طرح پورے طور پر سیراب کر دیا ہے کہ اس کے  
 بعد پیاس نہیں اور آپ کو فرما رہے ہیں جلدی کرو، جلدی کرو۔ تمہارے لئے جام  
 ہے۔ یہاں تک کہ آپ اس گھڑی نوش فرمائیں۔ جب سرکار شہادت نے حضرت  
 علی اکبرؓ کی زبان سے سرکار رسالتؐ کا یہ پیغام سنا عرض کیا اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ  
 "میں حاضر ہوں" اے معبود میں حاضر ہوں اے معبود! میں اپنی اس اولاد کو "ان بھائیوں کو  
 ان بھتیجیوں کو" اپنے پاؤں کو، اپنے انصار کو تجھ پر تدا کر چکا ہوں۔ ان سب کو تیرے  
 رستے میں میں پہلے بھیج چکا ہوں۔ اب یہ میری بہنیں، میری بیٹیاں، میری بیویاں  
 سارے اہل سے مال و اسباب کے ساتھ تیری راہ میں چھوڑتا ہوں۔ اے معبود!  
 میں خود بھی تیرے رستہ میں حاضر ہو رہا ہوں۔

**دُعا** | اَللّٰہی! ہم آج تجھے قسم دیتے ہیں حضرت کی اس لبیک پر حضرت کے اس تلبیہ پر  
 حضرت کی ان قربانیوں پر کہ تو ہمارے گناہوں سے درگزر فرما۔ اَللّٰہی! ہم تیرے  
 بندے ہیں، ہم آقا کی بارگاہ سے بھاگے ہوئے بندے ہیں۔ اَللّٰہی! ہم فقیر ہیں، لیکن  
 غیر مستحق فقیر ہیں۔ اَللّٰہی! ہم مقروض ہیں، اَللّٰہی! ہم مغلوب ہیں، اَللّٰہی! ہم گنہگار ہیں، گنہگار  
 ہیں، گنہگار ہیں۔ اس قبر مبارک کے صاحب کو ہمارا شفیع قرار دے۔ بھگت یا اللہ  
 یا اللہ یا اللہ یا اللہ



باسمہ تعالیٰ

# المجلس السابع والثلاثون في موعظة محرم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سبحانك اللهم يا الهى وحيدك لا احصى ثناء عليك كما  
اثبتت على نفسك يا من قرب فناء ولعبد فدى وهو  
بالمنظر الاعلى لا تستطيع الا بصار لرؤيته ولا تهتدى العقول  
لعرفان كنه صفته، خرق علمه بواطن غيب السراتر واطلع  
لعروض الخفيات، وخلق ما خلق دون اعمال الرويات فحمد  
على نعماء العظام ونشكر على الآيه الجسام، ونصلى ونسلم  
على نبيه محمد بنى الرحمة وامام الايمة المنتخب من  
الكرام وسلامة المجد الاقدم ومفرس الفخار المعرق  
وفرع العلاء المشتم المورق، وعلى اهل بيته مصابيح  
الظلم وعصم الالهم ومنابر الدين الواضحة، ومثاقيل الفضل  
الراجحة عليهم الاف التحف والتخيت، ما دامت الارض المدحية  
والسماة المنية.

دُعَا | اللهم عظم بلائى وافرط بي سوء حالى وقصرت بي  
اعمالى وقعدت بي اعلاى وخدعتنى الدنيا بعورها  
ولفسى نجيا نتها.

اے معبود! میری مصیبت بڑھ گئی ہے، میری بد حالی زیادہ ہو گئی ہے  
میرے اعمال کوتاہ ہیں، گناہوں کے طوق کے بوجھ نے مجھے زمین گیر کر دیا



ہے، دنیا نے اپنے مکاریوں سے اور میرے نفس نے اپنی خیانتوں سے مجھے دھوکا دیا ہے۔

میں عرض کرتا ہوں، 'خدا یا میرا درد سنگین ہو گیا ہے، اے انسانو! کیا آرام و راحت سے بیٹھے ہو، مصیبت بہت سنگین ہے، ہمارے درد حد سے گزر گئے ہیں، بدکاریوں اور گناہوں نے ہمیں گہرے میں لیا ہوا ہے۔ گناہوں کے طوفانے گراں نے ہمیں زمین گیر کر دیا ہے، آپ بے فکر آرام سے بیٹھے ہیں، آپ اسی طرح پر اور اسی حالت میں ہیں، 'درد سنگین ہو گئے ہیں، مصیبتیں حد سے گزر گئی ہیں گناہوں کے طوفانے گراں نے کہ جن کے بوجھ سے ہم پاؤں پر بیٹھ نہیں سکتے ہمیں زمین گیر کر دیا ہے، کیا آرام سے بیٹھے ہو۔ کیا ہم اس دنیا سے دوسری دنیا میں بغیر چارہ کار یونہی چل دیں گے۔ اُس دنیا میں کوئی چارہ کار ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ وہ عالم (آخرت) ایک جدا گانہ عالم ہے۔ اس کے اطوار ہی اور ہیں، وہ دنیا چارہ کار کی دنیا نہیں ہے۔ (عالم جزا و سزا ہے) چونکہ اس عالم میں چارہ کار نہیں اس لئے اس عالم میں انسان بے چارہ ہے۔ جب آپ نے یہ جان لیا ہے کہ وہ دنیا ان مصیبتوں کے چارہ کرنے اور درست کرنے کی نہیں ہے۔ پھر آپ کیوں راحت و آرام سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ یعنی آپ چاہتے ہیں کہ یونہی بغیر جدوجہد اچھے ہو جائیں اور اس دنیا سے چل دیں یا نہیں۔ کیا آپ معاذ اللہ اس کے منتظر ہیں کہ کوئی اور پیغمبر آئے، کوئی اور دین لائے تو اس دین پر عمل کر کے راہِ راست پر آجائیں، اگر اس طرح کے باطل خیالات آپ کے سر پر سوار نہیں ہیں، پھر آپ ایسی روش کیوں اختیار نہیں کرتے۔ جس سے آپ کی حالت بہتر ہو جائے۔ ہم خدا سے پناہ مانگتے ہیں کہ جس حالت میں ہم سب ہیں، اگر اسی حالت میں خدا کی طرف لوٹائے جائیں۔ آپ کا اس طرح مطمئن ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کے عقائد میں کچھ دھبہ نہیں ہے



اعتقاد کا معاملہ کچھ درست نہیں ہے۔ جو شخص توحید، نبوت اور امامت پر صحیح عقیدہ رکھتا ہو اس کا دین کامل ہوتا ہے۔ اسے اپنے معاملات میں زیادہ فکر کی ضرورت نہیں جو شخص اعتقاد کامل رکھتا ہے اس سے گناہ و معصیت کا ارتکاب نہیں ہوتا۔ اگر انسان سے گناہ و معصیت کا صدور ہو رہا ہے تو اسے جاننا چاہئے کہ اس کے عقائد میں کچھ خرابی ہے۔ اسے اصلاح عقائد کی طرف توجہ کرنا چاہئے۔ آگاہ ہو جائے کہ جو شخص آخرت کے معاملہ میں ڈر اور خوف، غور و فکر نہیں کرتا اور مطمئن ہے وہ ہلاک ہو جائے گا۔ ایسا شخص سرکار رسالت محمد مصطفیٰ، سرکار ولایت علی مرتضیٰ، سرکار عصمت فاطمہ الزہراء، سرکار امن حضرت امام حسنؑ اور سرکار شہادت امام حسینؑ اور تمام ائمہ علیہم السلام کی ضد اور نقیض (خلافت) ہے۔ اسے چاہئے کہ وہ ان کی دوستی کا دعویٰ نہ کرے، کیونکہ یہ حالت ان سے دشمنی کی حالت ہے۔ دھوکا نہ کھائیے آپ زبان سے کہتے ہیں کہ ہم ان کے دوست ہیں اور پھر گناہ بھی کرتے ہیں۔ سرکار سید الشہداء عرفہ کے روز مقام عرفات میں خوفِ خدا سے اس قدر گریہ و ناری فرماتے تھے کہ آپ کی چشم ہائے مبارک سے آنسو بارش کی طرح برستے تھے، آخر میں سرکار احدیت میں عرض کرتے تھے۔ میرے معبود! میں تجھ سے ایک حاجت رکھتا ہوں تو نے اگر میری اس حاجت کو پورا کر دیا، تو تمام چیزیں میرے لئے نفع بخش ہوں گی۔ ورنہ ان کا کوئی ثمر نہیں ہے۔ اور وہ حاجت یہ ہے کہ میری گردن کو آتشِ جہنم سے آزاد فرما دے۔

مظلوم کر بلا پر رونا	اب آپ خود ہی غور فرمائیے کہ آپ جو سرکار سید الشہداء
اور نجات کی نوعیت	پر گریہ و بکا کرتے ہیں (اور پھر آپ کے دل میں خوفِ خدا
	نہیں، تو گویا آپ اپنے آپ کو سرکار سید الشہداء سے

بالا ذہن سمجھتے ہیں حالانکہ سرکار شہادت نے اس دنیا میں بہت سی عبادتیں بھی



کیں اور پھر اللہ کی راہ میں شہید بھی ہوئے، آپ کیوں اس قدر مطمئن ہیں کہ آئٹل جہنم سے ذرا نہیں ڈرتے، اپنے ان رسالت پر جب ہم خود غور کرتے ہیں، تو ہم پر بالوسی سی طاری ہو جاتی ہے۔ اسے معبود اگر تو نے مجھے بالوسی سے منع نہ فرمایا ہوتا تو میں بالوس ہو جاتا۔ چونکہ تو نے ہمیں بالوس ہونے سے منع فرما دیا ہے۔ اس لئے ہم بالوس نہیں ہوتے۔ سرکارِ احدیت کے وسائل سے تسک کر رہے ہیں۔

وسائلِ الہیہ میں سے قریب ترین وسائل وسائلِ حسنیہ ہیں، بشرطیکہ ہمارے دل میں ذرہ ایمان ہو اور ہم اس پر اظہارِ غرور و تکبر نہ کریں۔ سرکارِ شہادت صاحبِ وسائلِ عظیمہ ہیں۔ اس امر میں جو چیزیں آلِ حضرت سے متعلق ہیں۔ ان میں سے ایک رجاء عظیم ہے۔ یہ بارِ شہادت سے ہماری بہت سی امیدیں وابستہ ہیں۔ معنویہ دعا "اللہم عظم بئلائی وافرط بی سوء حالی و قسرت بی اعمالی و قعدت اغلالی" بہت عظیم ہے مگر وسائلِ حسنیہ اعظم ہیں۔ ایک فقرہ "افرط بی سوء حالی" میری بد حالی زیادہ ہو گئی ہے، اس کے مقابل میں بھی وسائلِ حسنیہ موجود ہیں۔ (یعنی سرکارِ سید الشہداء کے ایسے وسائل بھی ہیں جن سے یہ بد حالی دور ہو سکتی ہے) وسائلِ حسنیہ میں سے بعض چیزیں ایسی ہیں جو ایسا اثر رکھتی ہیں کہ عقلاً حد سے بڑھی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ دعا کا دوسرا فقرہ "قعدت بی اغلالی" گناہوں کے طوق کے بوجھ نے مجھے زمین گیر کر دیا ہے، اس کے مقابل میں بھی وسائلِ حسنیہ ہیں اور ان میں ایسے وسائل ہیں۔ انسان کو روحانیت کے عرش پر پہنچا دیتے ہیں۔ خود میرے گناہ میرے پیشِ نظر ہیں۔ میں اس پر اس لئے خوشحال ہوں کہ اگر آخرت میں مجھے عذاب بھی کریں تو (وسائلِ حسنیہ سے) دائمی عذاب سے تو چھٹکارا ہو جائے گا۔ وسائلِ حسنیہ میں ایسے وسائل بھی ہیں کہ انسان کا بغیر عذاب چھٹکارا ہو جائے، نہ محض چھٹکارا ہو، بلکہ آپ گناہگاروں کی شفاعت بھی کر سکیں، ملائکہ رحمتِ آخرت میں مومن سے



نرمی اور طاعت کریں گے۔ اور ان سے گفتگو کریں گے۔

ہماری تباہی کے لئے بہت سے سامان مہیا ہیں جن سے میں خائف ہوں اور اس پر بھی رعبا مند ہوں کہ مجھے (آخرت میں) شیاطین کے قرب میں نہ رکھیں۔ ہاں وسائل حسنیہ میں ایسی چیزیں بھی ہیں کہ انسان کو ایسے مرتبہ پر پہنچا دیتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش اعلیٰ پر ایک کلام ایجاد فرمائے گا، انسان سے گفتگو فرمائے گا ہماری انتہائی آرزو یہ ہے کہ ایسا ہی ہو جائے کہ آخرت میں ہمیں قطران کا لباس نہ پہنائیں۔ حالانکہ وسائل حسنیہ ایسے ہیں کہ ان سے انسان کو جہنم کے بہشت سے ملبوس کیا جاتا ہے ہماری انتہائی آرزو یہ ہے کہ کاش ایسا ہی ہو جائے کہ ہمیں جہنم نہ پلائیں، حالانکہ وسائل حسنیہ ایسے ہیں کہ جن سے انسان آبِ کوثر پلانے پر مامور ہو جاتا ہے، ہماری انتہائی تمنا ہے کہ ایسا ہی ہو جائے کہ ہمیں اہل جہنم کا طعام ضریح و زقوم نہ دیا جائے حالانکہ وسائل حسنیہ ایسے ہیں کہ جن سے انسان اسی دسترخوان پر جس پر سرکار سید الشہداء ہوں گے۔ نعمتائے جنت سے لطف اندوز ہو سکتا ہے۔ وسائل حسنیہ کی بعض خصوصیات و امتیازات ہیں۔ سرکار سید الشہداء ارواحہ الفدا بہت زیادہ خصوصیات رکھتے جو ان کے سوا کوئی دوسرا نہیں رکھتا مثلاً سرکار رسالت محمد مصطفیٰ ارواح العالمین لہ الفدا تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔ انکی فضیلت اولین و آخرین حضرت آدم اور تمام مخلوقات پر مستم ہے کیونکہ ان کی معرفت اطاعت تمام مخلوقات سے بالاتر ہے اسی طرح سرکار رسالت کے بعد سرکار ولایت علی مرتضیٰ ارواح المؤمنین لہ الفدا و سرکار عصمت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا و سرکار حسن مجتبیٰ ارواحہ الفدا تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔ مگر یہ سب بزرگوار سرکار شہادت امام حسین شہید کربلا ارواحہ الفدا جتنے وسائل نہیں رکھتے، وسائل حسنیہ حد و شمار سے باہر ہیں، ان وسائل کے مختلف عنوان ہیں۔ سرکار شہادت کا بیٹھنا ایک عنوان ہے



باس پہننا ایک عنوان ہے، برہنہ ہونا ایک عنوان ہے، نماز ایک عنوان ہے، روزہ ایک عنوان ہے اس روزہ کا افطار کرنا ایک عنوان ہے، آپ کا جہاد ایک عنوان ہے، آپ کا پانی دینا ایک عنوان ہے، آپ کی تجہیز و تکفین ایک عنوان ہے، آپ کے تمام اعمال و افعال میں ہر عمل ایک عنوان رکھتا ہے۔ سرکار شہادت امام حسینؑ کے یہ عنوانات بے حد و بے شمار ہیں۔

سید الشہداء کے | کل ہم نے سرکار شہادت کے حج کرنے کے عنوان کو بیان کیا ہے۔ یہ حج سید الشہداء کی اپنی ذات سے مخصوص ہے۔ آنحضرتؐ خود سہرا پا حج ہیں۔ آپ کا خود حج مہنا ایک خاص

## پانچ حج

عنوان رکھتا ہے۔ آئیے تاکہ ہم ان کا حج کریں، حج کرنے کے لئے ضروری ہے کہ حج کرنے والا استطیع ہو۔ اب ہم نہیں جانتے کہ آیا ہم استطیع ہو چکے ہیں۔ کہ سرکار سید الشہداء کا ہم حج کریں یا نہ ہم نے بیان کیا ہے کہ سرکار سید الشہداء کے پانچ حج ہیں۔ ان میں سے ہر ایک ایک میقاتِ خاص رکھتا ہے۔ مخصوص مؤذن رکھتا ہے مناسب مخصوصہ رکھتا ہے۔ ان دنوں میں ہمارا خیال ہے کہ سرکار شہادتؑ کے ان حجوں کو بیان کریں تاکہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان حجوں کے ثواب میں شریک فرمائے۔ آنحضرتؐ کا پہلا حج حضورؐ کا مدینہ طیبہ سے باہر آنے ہے۔ اس حج کی تفصیل ان صحائف شریفہ الہیہ میں موجود ہے کہ جن میں ائمہ کے حالات لکھے گئے ہیں۔ اور یہ بارہ صحیفے ہیں۔ ہر صحیفہ ایک امام سے متعلق ہے۔ چنانچہ صحیفہ سرکار سید الشہداءؑ میں لکھا تھا اے حسینؑ آپ اپنی جان کو اللہ کے دین کے اجا (زندہ کرنے) کے لئے بیچ ڈالے اور ایک مخصوص جماعت کے ساتھ کربلا چلے جائیے اور شہید ہو جائے، بھاد کیجئے اور قتل ہو جائے۔ اس حج کے پہلے مؤذن آپ کے جدِ بزرگوار سرکار رسالت محمد مصطفیٰؐ تھے۔ جیسا کہ ہم کل اشارہ کر چکے ہیں



خواب میں تشریف لائے اور فرمایا "حبیبی یا حسین کائی اراک عنقریب  
مر ملائد مائک مذبوہا بارض کر بلا" میرے پیارے حسین!  
گویا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تو اپنے خون سے آغشتہ زمین کر بلا پہنچ کیا جائے گا  
اس کے بعد فرمایا - وَاِنَّ لَكَ فِي الْجَنّٰتِ الدَّرَجَاتِ لَا تَالِهَا اَلَا  
بِالشَّهَادَةِ - میرے لئے جنت میں درجات ہیں - جن پر تو شہادت کے  
بغیر فائز نہیں ہوگا - اس ارشاد رسالت پر سرکار شہادت نے عالم معنی میں لبیک  
کہا اور احرام باندھ لیا - اور اپنے وطن مدینہ سے باہر تشریف لائے - کسی مقام پر قیام  
اختیار کرنے کی بجائے احرام باندھ لیا - یعنی اس عمل سے ظاہر فرمایا - کہ اس کے  
بعد حجہ مسافر کے لئے روئے زمین پر کہیں ٹھکانا نہیں ہے - ام المؤمنین ام سلمہ  
نے آپ کی خدمت میں کچھ عرض کیا - حضرت نے ان کو جواب دیا - جس کی طرف  
ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں -

خدمت سید الشہداء میں | اس کے بعد فرشتے سرکار شہادت کی خدمت میں  
رسخ اور آمادہ حاضر ہوئے - سلام کیا اور عرض کیا  
جَنّ اور فرشتے | اے اپنے نانا، والد اور بھائی کے بعد حجت خدا!

ہم نے آپ کے جدِ نور گوار کی لڑائیوں میں مدد و نصرت کی ہے - اب اللہ تعالیٰ  
نے ہمیں آپ کی مدد کے لئے بھیجا ہے - ان کے جواب میں سرکار سید الشہداء  
ارواحنا له الفدا نے فرمایا - میری وعدہ گاہ ایک نشیبی مقام ہے - جہاں میں شہید  
ہوں گا اور وہ کر بلا ہے (وہاں آپ آئیے) فرشتوں نے عرض کیا - اے حجت خدا  
آپ ہمیں کسی چیز کا حکم دیجئے - تاکہ ہم اطاعت کریں - اگر خوف ہو کہ آپ کے  
دشمن آپ کو نقصان پہنچائیں تو ہم ہمراہ رہیں اور دشمن کو حضور سے دور رکھیں  
آپ نے فرمایا - میرے دشمن مجھ تک راہ نہیں پاسکتے - اور مجھے کوئی نقصان



نہیں پہنچا سکتے، جب تک کہ میں اپنی منزل مقصود کر بلا میں نہ پہنچ جاؤں۔

اس کے بعد جنّات کی فوجیں حاضر ہوئیں۔ یہ جن سب مسلمان تھے انہوں نے حاضر ہو کر عرض کیا۔ اے ہمارے آقا! ہم آپ کے شیعہ اور انصار ہیں۔ آپ ہمیں حکم دیجئے، تاکہ ہم آپ کے دشمنوں کے مقابلے میں لڑیں اور آپ کے ہر دشمن کو قتل کریں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ انہیں نیک جزا دے کیا آپ نے اللہ کی اس کتاب میں جو اس نے میرے حیدر پر لکھا رسول اللہ پر نازل فرمائی ہے نہیں پڑھا ہے؟

ایمانات کو نوا بید رکھو کم الموت و کو کنتہ فی بروج مشیدہ  
جہاں کہیں بھی تم ہو تمہیں موت پالے گی۔ اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں بھی ہو نیز  
سرکارِ احدیت سبحانہ نے فرمایا ہے۔ لہذا الذین کتب علیہم القتال الی  
مضاجعہم۔ جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے جہاد فرض کیا وہ اپنی خواہگاہوں  
کی طرف نکل پڑے۔ اس کے علاوہ جنوں کو یہ بھی فرمایا۔ اگر میں میں رہوں۔ تو  
پھر ان لوگوں کا جو اپنے اعمال کی بدولت ہلاک ہونے والے ہیں اسٹان کس طرح  
ہو۔ اگر میں میں رہوں تو میں اپنی وعدہ گاہ کر بلا کس طرح پہنچوں۔ جہاں مجھے سکونت  
اختیار کرنا ہے۔ یہی وہ مقام ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے میرے لئے خلقت ارض  
کے دن چننا ہے۔ جب سرکارِ شہادت مدینہ سے روانہ ہوئے تھے تو اس آیت کی  
تلاوت فرما رہے تھے۔

فخرج منها خائفاً يترقب قال رب نجني من القوم الظالمين  
پس وہ حالتِ خوف میں نکلے اور بارگاہِ رب العزت میں عرض کر رہے تھے  
پالنے والے! مجھے ظالموں کی قوم سے نجات دے یہ وہ دعا ہے جو حضرت  
موسیٰ نے اسوقت کی تھی جب وہ مصر سے مدائن کی طرف فرعون کے خوف  
سے روانہ ہوئے تھے (مکہ معظمہ کے قیام میں حضور اکثر اس آیت کی تلاوت فرماتے تھے



واحدنا الى سواء السبيل۔ اے مجبور! ہمیں صحیح راستہ کی رہنمائی  
 فرما (اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ کی دعا کا تذکرہ کیا ہے)  
 مدینہ سے روانگی کے وقت سرکارِ شہادت اپنی ذاتِ گرامی صفات کو موسیٰ  
 کلیم اللہؑ سے تشبیہ فرما رہے تھے۔ جنہوں نے مدائن سے روانہ ہو کر فرعون کے  
 مظالم سے نجات پائی۔ اور دورانِ سفر میں سرکارِ شہادت اپنے نفسِ نقیس کو حضرت  
 یحییٰ مظلوم سے تشبیہ فرما رہے تھے جن کے سرِ مٹھر کو ایک زنِ زانیہ کے لئے  
 جسم سے جدا کیا گیا۔ اور فرماتے تھے کہ میرا سر ایک زانیہ شراب خوار کے لئے جدا  
 کیا جائے گا۔

**موسیٰؑ اور حسینؑ**  
**کے مصائب**  
 الغرض حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے خوف سے ہجرت  
 فرمائی۔ آخر مدائن کے کنویں پر پہنچے۔ ولما ورد ملک مدین  
 وجد علیہ امة من الناس یسقون۔ جب  
 وہ مدین کے کنویں پر پہنچے وہاں انسانوں کے ایک گروہ کو پایا جو پانی پلا رہے  
 تھے۔ المختصر پورے خوف و خطر، مصائب اور پیاس کے بعد مدائن کے کنویں  
 پر جا پہنچے۔ بھلا کہاں سرکارِ سید الشہداءؑ اور کہاں حضرت موسیٰؑ؟ کلیم اللہ! کیونکہ حضرت  
 کلیم اللہ مدین کے کنویں پر پہنچ کر میراب ہو گئے۔ لیکن سرکارِ سید الشہداءؑ نے عالم  
 خوف و ہراس میں لب تشنہ دنیا سے رحلت فرمائی۔ پیاس بھی ایسی پیاس تھی، جس  
 سے زبان زخمی ہو گئی تھی اور یہ دنیا حضور کی نظر میں دھواں سی معلوم ہو رہی تھی۔ جب  
 حضرت کلیم اللہؑ نے ہجرت فرمائی تو ان کے پاس کوئی چیز نہیں تھی۔ بھوک کی ذہبت  
 یہاں تک پہنچی تھی کہ آپ صحرائی بڑی بوٹیاں کھا رہے تھے۔ آپ کے شکم مبارک کی  
 کھال نظر آرہی تھی، بہت ہی لاغر ہو گئے تھے۔ کھال کے نیچے سے گوشت پھٹ  
 گیا تھا۔ جناب امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ نے سرکارِ احدیت سے



ایک قرص روئی کا سوال کیا۔ اور درگاہ رب العزت میں عرض کی پالنے والے  
مجھ فقیر پر اپنی خیر نازل فرما حضرت امیر فرماتے ہیں کہ یہ کھانے کے لئے روئی کا  
سوال تھا اور درگاہ رب العزت میں عرض کی پالنے والے مجھ فقیر پر اپنی خیر نازل فرما  
حضرت امیر فرماتے ہیں کہ یہ کھانے کے لئے روئی کا سوال تھا۔ لیکن کہاں کلیم اللہ  
اور کہاں سید الشہداء حضرت کلیم اللہ بھوک کی تاب نہ لاسکے بھڑیل بکریوں  
کو پانی پلایا تاکہ غذا میسر ہو سرکار سید الشہداء نے اس شان سے بھوک کو برداشت  
رکھا۔ کہ بھوکے ہی شہید ہوئے آپ کی اہل بیت نے جی بھوک اور پیاس کو برداشت  
کیا۔ ہر چند سرکار شہادت نے فرمایا لوگو! یہ سرکار رسالت محمد مصطفیٰ کی بیٹیاں  
ہیں۔ لیکن ان کے لئے بھی پانی کا قطرہ میسر نہ ہوا۔ ہاں سرکار شہادت مکہ معظمہ  
میں تشریف لائے اور اس جگہ ایک حج کے لئے محل ہوئے اور اس کے بعد اس  
حج کے اعمال بجا لائے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ آپ آنحضرت کی اذان کو سنیں  
اور اس طرح سے آمادہ و تیار ہو جائیں کہ گویا آپ سرکار سید الشہداء کو اپنی آنکھوں  
سے دیکھ رہے ہیں۔ آنکھوں یا نوں ذی الحجہ تک حضور مکہ معظمہ میں تھے کہ دوسری  
اذان کی آواز بھی سرکار رسالت کی زبان سے بلند ہوئی۔ آنحضرت نے فرمایا۔  
" حسین! عراق کی طرف نکل جاؤ۔ کیونکہ اللہ چاہتا ہے کہ تجھ اپنی راہ میں  
شہید دیکھے! یہ حج اعمال ہدی سے ہے حضرت نے اس اذان پر لبیک کہا  
حکم دیا کہ اسباب باندھ لو۔

المختصر محمد بن حنفیہ اور تینوں عبداللہ یعنی عبداللہ ابن عباس  
عبداللہ ابن نہیر اور عبداللہ ابن عمر حاضر خدمت سرکار  
مشورۃ ترک سفر سید الشہداء ہوئے۔ اور آنحضرت کو روکنا چاہا  
اور عرض کیا کہ آپ یہ سفر اختیار نہ فرمائیں۔ سرکار شہادت نے عبداللہ



ابن عباس اور عبداللہ ابن زبیر سے فرمایا رسول اللہؐ نے مجھے ایک حکم دیا ہے۔ مجھے اس حکم کی اطاعت کرنا ہے حضرت عبداللہ ابن عباس نے جب یہ سنا۔ ہائے حسین ہائے حسین کہتے ہوئے چل پڑے، کیونکہ وہ حضور کے مطلب کو سمجھ گئے۔ پھر آنحضرت نے عبداللہ ابن عمر سے فرمایا۔

”دنیا اللہ کی نظروں میں بہت حقیر ہے، یہی دنیا ہے جس میں حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کا سر ایک زنا کار کے لئے ہدیہ کے طور پر لے گئے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ بنی اسرائیل طلوع صبح سے طلوع آفتاب تک شہر بنیوں کو شہید کر کے اپنی دکانوں پر اس طرح بیٹھتے تھے اور خرید و فروخت کرتے تھے کہ گویا انہوں نے کچھ کیا ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں عذاب کرنے میں جلدی نہیں کی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کافروں سے پورا پورا انتقام لیا۔ پھر فرمایا۔ اے اباعبدالرحمن! (عبداللہ ابن عمر) عہد خدا کے پیش نظر میری مدد اور نصرت کرو۔ دیکھنا کہیں میری امداد کو ترک نہ کرنا۔“

حضرت محمد بن حنفیہ نے عرض کیا۔ اب جبکہ حضور شہید ہونے کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں، پھر ان مخدرات عصمت و طہارت کو ساتھ لے جانے کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا۔ میرے جدِ نیکووار نے ان کے حالات کو بھی مجھ سے بیان کیا ہے۔ کہ اللہ چاہتا ہے کہ ان کو اپنی راہ میں قیدی اور اسیر دیکھے۔ حالانکہ (امت کو) ان کی قید سے ہتک حرمت ملحوظ ہے۔ نیز یہ خاندان رسالت کی خواتین محترمہ مجھ سے اس قدر وابستہ ہیں کہ جب تک زندہ رہوں یہ مجھ سے علیحدہ نہیں ہوں گی۔

یہ الشہداء کا سفر میں خواب | اس نذر پر بھی لیک کہا۔ احرام باندھا اور



مناسک حج بجالائے۔ حج کے مناسک میں سے ایک قربانی ہے۔ اس حج کی قربانی حضرت مسلم بن عقیلؓ تھے۔ کہ سرکارِ شہادت کے مکہ سے روانہ ہونے کے دن ہی کوفہ میں شہید ہوئے۔ سرکارِ شہادت کے مکہ سے روانہ ہونے کے سستہ میں جو شخص بھی آنحضرت کو ملتا تھا سفر کوفہ سے ڈراتا اور خوف دلاتا تھا۔ اور حضورؐ انہوں کی خوفناک اور پُرہراس آوازیں سنتے تھے۔ یہاں تک کہ خود خواب سے بیدار ہو کر گریہ فرمایا۔ اور دو یا تین مرتبہ کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔ الحمد للہ رب العالمین (بسم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لئے ہی تمام حمد ہے جو عالمین کا پالنے والا ہے) اس پر آپ کے فرزند ارجمند علی ابن الحسین (علی اکبرؑ) علیہ السلام گھوڑے پر سوار سامنے آئے۔ عرض کیا کہ حمد خدا اور کلمہ استرجاع کے بیان کی کیا وجہ ہے۔ اے حضرت نے فرمایا۔ بیٹا میں سوار جہاں تھا۔ نیند سی طاری ہوئی ایک سوار میرے سامنے آیا۔ اور اس نے کہا یہ لوگ جہاں رہے ہیں اور سفر کر رہے ہیں اور ان کی موت ان کی طرف استقبال کے لئے بڑھ رہی ہے۔ میں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ یہ ہماری موت کی خبر ہے، حضرت علی اکبرؑ نے عرض کیا۔ اللہ آپ کو ہر نقصان سے محفوظ رکھے۔ کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ آنحضرت نے فرمایا۔ ہاں بیٹا مجھے قسم ہے اس کی ذات کی جسکی طرف بندے آخرت میں ملے گا کہ جانے والے ہیں۔ ہم یقیناً حق پر ہیں۔ حضرت علی اکبرؑ نے عرض کیا۔ بابا! جب ہم حق پر ہیں پھر ہمیں مرنے سے کیا خوف۔ موت ہم پر آ پڑے یا ہم موت پر جا پڑیں۔ سرکارِ شہادت نے ارشاد فرمایا۔ بیٹا! اللہ تجھے بڑے خیر دے جو بڑی سے بڑی جزا ایک باپ کی طرف سے ایک بیٹے کو ہو سکتی ہے۔

تیسرے حج کی آواز و رور و درگاہ کے نشیب عاشور سید الشہداء کا خواب

بعد خیمہ گاہ سے بند ہوئی۔ شب



عاشور سرکار رسالت محمد مصطفیٰ ۱، سرکار ولایت علی مرتضیٰ ۲، سرکار عصمت فاطمہ الزہراء ۳  
 اور سرکار اس حسن مجتبیٰ ۴، سرکار شہادت سید الشہداء ۵ کے خواب میں آئے اور فرمایا  
 یا ابا عبد اللہ حسین ۶ آسمان کے رہنے والے تیرا انتظار کر رہے ہیں۔ سرکار رسالت ۷  
 نے فرمایا۔ بیٹا! یہ فرشتہ جو ہمارے ساتھ آیا ہے۔ ایک سبز شیشہ اپنے ہاتھ میں لئے  
 ہے۔ چاہتا ہے کہ تیرے مقدس خون کو اس شیشہ میں ڈال لے۔ سرکار شہادت ۸  
 نے یہ بھی فرمایا کہ چہر میں نے اپنے جذبات کو دیکھا۔ اپنے صحابہ کی ایک جماعت  
 کے ساتھ تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں حسین! تمہیں آسمانوں اور ملائکہ  
 کے رہنے والے خوشخبری دے رہے ہیں۔ پس آج رات کو تو نے اپنا روزہ میرے  
 ساتھ افطار کرنا ہے۔ جلدی کرو اور تاخیر نہ کرو۔ یہ فرشتہ آسمان سے نازل ہوا  
 ہے۔ تاکہ تیرا خون اس سبز شیشہ میں لے، بونہی سرکار سید الشہداء ۹ نے اپنے بزرگوں  
 کی اس آواز کو سنا "لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ" کہا "حاضر ہوں اے معبود میں حاضر ہوں"  
 عصرِ نہم تحریم کو جب لشکرِ بید نے حملہ کر دیا۔ سرکار شہادت نے سرکارِ وقا  
 حضرت عباس کو لشکر کے پاس روانہ کیا۔ اور وقتِ روانگی ارشاد فرمایا، عباس  
 بھائی! انہیں اس پر رھامند کیجئے کہ یہ تاخیر کریں اور انہیں ایک رات کے لئے حملہ  
 سے روکئے۔ یعنی یہ ہیں ایک رات کی مہلت دیدیں، تاکہ ہم عباداتِ معبود کو  
 وداع کر لیں، ہم دعا کر لیں، استغفار کر لیں، اللہ کی ذات جانتی ہے کہ میں نماز  
 تلاوت قرآن، کثرت دعا و استغفار کو سب سے زیادہ محبوب رکھتا ہوں۔  
 ہاں! شبِ عاشور علیہا ام المصائب زینب سلام اللہ علیہا نے جان لیا۔  
 شبِ عاشور جنابِ زینب ۱۰ کہ وہ کل کو بن جانی کی بہن ہو جائے گی۔  
 قرآن سے سمجھ لیا کہ کل ان کی خوشیاں ختم ہو  
 جائیں گی۔ وہ بے مجاوہی ہوئی۔ رات  
 امام کی خدمت میں



کا وقت تھا۔ عجیب حالات میں سامنے آئیں، سرور ہند تھیں، بے قراری اور مہلکی میں چارہ  
زمین پر گر گئی تھی، خدمتِ امام میں حاضر ہو کر اس طرح عرض کیا:

والسلام لیت الموت بعد منی الحیوة الیوم ماتت امی فاطمة وابی  
علی، واخلی الحسن یا خلیفة الماضین وخال الباقین

مائے بائے کاش موت میری زندگی کا خاتمہ کر دے۔ آج میری ماں فاطمہ میرے  
باپ علی اور میرے بھائی حسن کا انتقال ہو گیا۔ اے میرے بزرگوں کے جانشین، اے  
باقی ماندوں کے بچاؤ و مادی۔

بھائی جان! سب بزرگ رخصت ہو گئے، کیا اب آپ بھی چاہتے ہیں کہ رخصت  
ہو جائیں۔

سرور شہادت نے بہن کی اس حالت پر نظر کی۔ حضور کی آنکھیں آنسوؤں سے  
بھرا آئیں۔ بہن کیا کردوں اب کوئی چارہ کار اور راہ گریز میرے لئے باقی نہیں رہی  
علیا جناب زینبؑ نے امام کے کلام کو سنا۔ عرض کیا: بھائی جان! جب آپ  
اپنے آپ کو امیر و مجبور ظاہر کرتے ہیں تو یہ اظہار میرے قلب کو سوزاں کرتا ہے اور میری  
مصیبت کو زیادہ شدید بنا دیتا ہے۔ پھر علیا جناب منہ پیٹنے لگیں، ماتھے کے بل  
گرہیں اور پیچھا مار کتبے ہوش ہو گئیں۔ آنحضرت بہن کو ہوش میں لائے، نصیحت فرمائی  
اور صبر کا حکم دیا۔ جو صحیفہ الہیہ امام حسین علیہ السلام کے لئے خاص تھا۔ اس کا ایک  
حجمہ اس طرح پڑھا۔ اخرج باقواہم الی الشہادۃ لا شہادۃ لہم الا معک  
”ہسین! ان گروہوں کو شہادت کے لئے لے کر نکلو جنکی شہادت صرف میرے ساتھ  
ہی ہو گی۔“

اب غور کیجئے کہ کسی شخص نے اب تک ایسا جج بھی کیا ہے یا کہ نہیں سرکارِ  
شہادتؑ نے اللہ کے حقیقی گھر کا طواف کیا ہے۔ پھر بدی اور قربانی کا آغاز



کیا آپ اپنے ساتھ ایک ایسی ہدی اور قربانی لانے گئے کہ اس وقت تک اور آخری  
 دن تک کسی نے خدا کی بارگاہ میں ایسی ہدی اور قربانی پیش نہیں کی۔ وہ قربانی پیش نہیں  
 کی۔ وہ قربانی مخصوص ہے۔ وہ بھڑ بھڑی اور اونٹ کی قربانی نہیں ہے۔ جو حاجی  
 لوگ پیش کرتے ہیں۔ بلکہ وہ حضرت علی اکبرؑ شہیدِ پیغمبر کی قربانی تھی۔ اس جو ان عزیز  
 کو قربان کیا۔

مناسک حج میں سے ایک سعی ہے۔ جب حاجی ہدی، قربانی اور طواف سے فارغ  
 ہو جاتے ہیں تو سات دفعہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں۔ یعنی صفا اور مروہ  
 کے درمیان دوڑتے ہیں۔ سرکارِ سید الشہداءؑ نے بھی کربلا میں سعی فرمائی۔ سات دفعہ  
 نہیں بلکہ ستر دفعہ سعی فرمائی۔ خیمہ گاہ کے صفا سے قتل گاہ کے مروہ تک سعی فرمائی۔  
 کبھی خیمہ گاہ سے قتل گاہ کی طرف گئے اور کبھی قتل گاہ سے خیمہ گاہ کی طرف آئے۔ جب  
 بھی "یا ابا عبد اللہ اور کئی" یا سیدی اور کئی "یا اخواہ اور ک اخاک" کی صدا  
 بلند ہوئی حضرت تشریف لے گئے۔ یعنی جب کسی نے کہا یا ابا عبد اللہ میری مدد کیجیے  
 میرے آقا میری امداد کو پہنچے، بھائی جان اپنے بھائی کی مدد کو آئیے تو آپ نے سعی کی  
 کبھی ہر دو فرماتے تھے یعنی دوڑ کر جاتے تھے جس وقت حضرت قاسمؑ کی آواز کو سنا  
 تو دوڑ کر پہنچے جب حضرت قاسمؑ نے پکار کر کہا چچا جان! تو حضور شکرِ زید پر اس طرح  
 جھپٹے جس طرح عقاب شکار پر جھپٹتا ہے۔ پھر غضب ناک شیر کی طرح حملہ کیا۔ مگر حضرت  
 علی اکبرؑ کی آواز پر نہایت آہستہ آہستہ جا رہے تھے۔ جب فرزندِ عزیز کی آواز کو آپ نے  
 سنا جسم کی طاقت جواب دے چکی تھی۔

**حضرت کی نمازِ طہر** | حج کے مناسک میں سے طواف کی دو رکعت نماز ہے  
 حضرت نے اس حج کی دو رکعت نمازِ طواف بھی ادا  
 کی ہے۔ مگر کس حالت میں جبکہ تیروں پر تیر بارش کی طرح برس رہے تھے بھرت



زہیر بن ثین اور سعید بن عبداللہ حنفی سے فرمایا۔ میرے کمرے کے کھڑے ہو جاؤ تاکہ میں  
 نماز ادا کر دوں۔ اس وقت تک آنحضرت کے نصرت اصحاب و انصار شہید ہو چکے  
 تھے، نصرت باقی رہ گئے تھے، اس نماز جماعت کو حضور نے نماز خوف کے طور پر  
 پڑھا۔ اس نماز کے دوران میں صرف ایک تیر حضرت تک پہنچا۔ باقی کے تیر سعید  
 بن عبداللہ حنفی نے اپنی چھاتی پر لئے وہ کمرے بڑھ کر تیر کو اپنے جسم پر لیتے  
 تھے۔ تاکہ وہ تیر سرکار سید الشہداء تک پہنچنے نہ پائے۔ اس قدر تیر آپ کے جسم  
 میں پیوست ہوئے کہ آپ زمین پر گر پڑے۔ اس وقت کہہ رہے تھے۔ اللہم العنہم  
 لعن عاد و ثمود اللہم ابلغ نبیک السلام و ابلغہ مالقیہ من  
 المجرأح فانی ارحمت بذالک نصرۃ نبیک صلواتک علیہ  
 اے اللہ! ان پر ایسی لعنت بھیج جیسی تو نے قوم عاد و ثمود پر بھیجی تھی۔ اور اپنے  
 نبیؐ کو میرا سلام بھی پہنچا دے۔ اور انہیں اس مصیبت سے بھی آگاہ فرما دے جو زلموں  
 کی تکلیف سے مجھے پہنچی ہے۔ کیونکہ میں نے اپنے اس فعل سے تیرے نبیؐ صلوات علیہ  
 کی نصرت کا ارادہ کیا ہے۔ سعید پر اللہ کی رحمت و رضوان ہو۔ پھر ان کا انتقال ہو گیا  
 تیرہ تیران۔ کے جسم پر موجود تھے۔ اور اس کے علاوہ تلواروں اور نیزوں کے زخم تھے  
 اس کے بعد کہ آپ اس حج کے اعمال سے فارغ ہوئے اس کی تفصیل یہ ہے کہ  
 عاشور محرم کو ہر قسم کی قربانیوں سے فارغ ہو چکے، بوڑھے اور جوانوں کی قربانیاں  
 پیش کیں، اولاد اور بھائیوں کی قربانیاں، لگانہ روزگار اور عجیب و غریب اصحاب  
 و انصار کی قربانیاں دے چکے تو پھر آخری حج کی آواز سنی، عاشور محرم بعد نماز ظہر  
 آخری حج کے لئے آمادہ ہوئے۔ اس حج میں اس کلمہ مبارکہ کی تکمیل تھی جس میں ان  
 سے کہا گیا تھا۔ قاتل حتیٰ قتل داس شان سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو، کہ  
 خود قتل ہو جاؤ) اس اذان کے مؤذن شبیبہ بن مغیرہ حضرت علی اکبرؑ تھے جنہوں نے



سرکار رسالت کی زبان کی باورز بند اس طرح ترجمانی فرمائی۔ "بابا! یہ میرے جبر رسول اللہ ہیں اور انہوں نے مجھے ایسے بھرپور پیالہ سے سیراب کر دیا ہے کہ اس کے بعد پھر کبھی پیاس نہیں رہے۔ اور وہ آپ کو فرما رہے ہیں۔ جلدی کرو، جلدی کرو، اسی وقت آپ کے لئے بھی پانی کا پیالہ لئے ہوئے ہیں اور آپ سے فرما رہے ہیں جلدی کرو، جلدی کرو" یعنی اس اذان کے معنی ہیں "حی علی القتال حی علی القتال" "جہاد کی طرف آؤ، جہاد کی طرف آؤ۔"

ہاں اس حج کی اذان حضرت علی اکبرؑ نے فرمائی ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ نماز صبح کی اذان بھی حضرت علی اکبرؑ نے کہی تھی، ہاں جب حضرت علی اکبرؑ نے اس حج آخری کی اذان کہی تو سرکار سید الشہداءؑ نے عالم معنی میں کہا ہو گا۔ "لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ" "حاضر ہوں میرے معبود، حاضر ہوں" اور عرض کیا میرے معبود! میں نے اپنے اصحاب اور اہل بیت کو تیرے رستہ میں وقت کر دیا ہے۔ ان میں سے میں نے اصحاب و انصار و اولاد و بھائی بھتیجوں کو پہلے ہی تیری سرکار میں بھیج دیا ہے۔ اور ان بیوی بچوں کو تیرے حوالہ کرتا ہوں۔

عام رسمی حج میں دو پیراہن پہننا مستحب ہے۔ مگر

**روزِ عاشور تہی لباس** | سید الشہداء کے اس آخری حج کا پیراہن احرام نہ لایا ہے۔ فرمایا کوئی پھٹا پُرانا کپڑا لاؤ تاکہ میں احرام باندھ لوں، فرمایا، پُرانا پیراہن ہو، مگر رسمی طور پر پُرانا نہ ہو، بلکہ ایسا پُرانا ہو کہ کوئی اس کی طرف رغبت ہی نہ کرے۔ یہ پیراہن جو پیش کیا گیا پُرانا تھا۔ پھر بھی حضورؐ نے اپنے دست مبارک سے پارہ پارہ کیا۔ اس پیراہن کے متعلق سرکار سید الشہداءؑ کے علیہ جناب زینبؑ سے یہ الفاظ تھے۔

یا اختاہ اتیني بثوب عتيق لا يرغب فيه احد من



القوم اجعلہ تحت ثیابی لیثلاً اجود منہ بعد قتلی۔

بن! پرانا کپڑا دو جس کی طرف اس قوم میں سے کوئی رغبت نہ کرے  
میں اسے اپنے کپڑوں کے نیچے پن لوں گا۔ مہاراجا میرے قتل کے بعد اسے  
کوئی اتارے۔ ان الفاظ کو سن کر عورتوں کے رونے کی آواز اور چیخوں کی صدا  
بلند ہوئی۔ پھر آپ نے اس کپڑے کو پھاڑا مہاراجا کوئی اسے اتارے۔ مگر.....

... الفاظ نہیں کہ بیان کر سکوں۔ آپ عارف ہیں خود سمجھ لیں۔ اس کپڑے کے  
ساتھ کیا سلوک ہوا..... حضرت کی نعش کس حالت میں پڑی ہوئی تھی۔ اس کپڑے  
کے علاوہ انگلی سے کیا سلوک ہوا اور دونوں ہاتھوں سے کیا کیا گیا۔

یہ لباس پہننے کے بعد مہاراجا شہادت پانے اپنے اہل و عیال سے ایسی جدائی  
کے لئے الوداع کہا جس کے بعد ٹپٹ کر آنا نہیں تھا۔

مہاراجا شہادت پانے کے ان جھول میں سے دو جج ایسے بہترین جج ہیں کہ کسی نے  
ایسے جج نہ اولین میں کہے ہیں اور نہ آخرین میں سے کوئی کرے گا۔ ان جھول کی  
ایک تفصیل ہے، ان جھول کے وقوت ہیں۔ تلپیہ ہیں، مناسک ہیں، قربانیاں  
ہیں۔ جن کا بیان اس مختصر بیان میں ممکن نہیں۔ بس اب یہی کافی ہے۔

لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔ نسئلك یا اللہ

یا اللہ، یا اللہ



باسمہ تعالیٰ

# المجلس الثامن والثلاثون في موضوعات المحرم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سبحانك اللهم يا مَنْ تَخَيَّرْتَ فِي اشْعَةِ النُّوَارِ جِوَاهِرَ اَهْلَامِ الْمُتَوَهِّمِينَ  
وَمُخَاسِرَتِ عَنْ ادْرَاكِ كُنْهٍ كَمَالِهِ افكارِ الْمُتَفَكِّرِينَ وَاصْطَحَلْتَ فِي جِوَامِعِ  
فُوزِ لِقَائِهِ الرِّكَانَ الْمُشْتَقَاتِينَ وَتَرَعَزَعْتَ لِحِجَالِ احْدَيْتِهِ وَكَمَالِ  
صَدَيْتِهِ قَلْبِ الْعَارِفِينَ مَحْدَكَ حَمْدِ الْحَامِدِينَ وَشُكْرَكَ شُكْرَ الشَّاكِرِينَ  
وَتَوْثَمَنَ بِكَ اِيْمَانَ الْمُخْلِصِينَ وَنُصَلِّيْ وَلَسَّلَمْ عَلٰى نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ سَيِّدِ الْاَوَّلِينَ  
وَالْآخِرِينَ الْمُبْعُوثِ رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ وَعَلٰى اَهْلِ بَيْتِهِ الْاَلْهَائِبِ الْمُعْظَمِينَ  
وَالسَّادَةِ الْمُطَهَّرِينَ عَلَيْهِمُ الْفَضْلُ صَلَوةُ الْمُصَلِّينَ صَلَوةٌ دَائِمَةٌ بِذِي وَاهِ  
السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضَيْنِ - بِابِي الْحُسَيْنِ الْمُقْتُولِ بِظَهْرِ الْكُوفَةِ كَأَنِّيْ بِدَاوُودَ حُوشِ  
مَادَةِ اعْنَانِهَا عَلَى قَبْرِهِ تَبْكِيهِ اِلَى الصُّبْحِ -

حضرت امیر المومنینؑ ارشاد فرماتے ہیں، میرا باب حسینؑ پر فدا ہو  
قبر سید الشہداء کہ جو کوفہ کی پشت پر شہید کئے جائیں گے۔ جناب امیر علیہ السلام  
پر گریہ و بکا کے اس کلام سے اور ایسے ہی اور ذرائع سے معلوم ہوتا ہے

کہ کربلا بھی ظہر کوفہ ہے۔ کوفہ کی پشت ہے۔ پس یہ سرزمین بھی وادی السلام  
میں داخل ہے۔ پھر فرمایا گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ وحشی حیوانات اپنی گردنوں  
کو اس کی قبر پر رکھے ہوئے اول شب سے صبح تک گریہ و بکا کرتے ہیں  
اس سے پہلے میں بیان کر چکا ہوں کہ حضرت سید الشہداء اور احوالہ الہذا



کچھ خصوصیات رکھتے ہیں۔ سب میں کہتا ہوں کہ وہ خدا نہیں ہیں۔ مگر اپنی مثل نہیں رکھتے نہ پتھروں  
 میں کوئی اور نہ انکے اوصیا میں سے کوئی حسین علیہ السلام کی مانند ہے۔ میں اس اس کے متعلق  
 اجمالی طور پر اشارہ کرتا ہوں۔ جس وقت سے یہ امام مظلوم شہید ہوئے ہیں ان کی قبر مطہر پر رونے  
 والے مومن درجہ ہیں۔ نہ انبیاء میں سے کسی کو یہ خصوصیت حاصل ہے اور نہ ہی اوصیا میں کسی کو  
 امیر المومنین علیہ السلام کی اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ جب تک سرکارِ شہادتِ فتن نہیں  
 ہوئے تھے، پرندے شب و روز ان پر گریہ کرتے تھے۔ اپنی گردنوں کو انکی قبر پر رکھے ہوئے  
 صبح تک روتے تھے۔ انکے علاوہ فرشتوں کا گریہ و بکا ہے۔ فرشتوں کی مختلف جماعتیں آنحضرت  
 پر نالہ و زاری کرتی تھیں۔ ان فرشتوں میں سے ایک وہ گروہ ہے جنہوں نے امام حسین  
 علیہ السلام کی نصرت کیلئے اللہ سے اجازت حاصل کی اور وہ چار ہزار فرشتے تھے۔ ان کے  
 سردار کا نام منصور تھا۔

جب یہ کربلا پہنچے امام علیہ السلام شہید ہو چکے تھے۔ انہوں نے سرکارِ  
 گریہ پر حسین ع  
 احدیت میں عرض کیا کہ نصرتِ مظلوم میں سعادت نے ہماری مدد نہ کی  
 عبادت ہے انہیں حکم ہوا کہ قبر مطہر کے چاروں طرف رہو اور اس مظلوم پر قیامت تک  
 برابر روتے رہو۔ ان تمام فرشتوں کی عبادت امام مظلوم پر گریہ و بکا ہے یہ ہمیشہ روتے  
 ہیں، نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں، نہ سوتے ہیں اور سید الشہداء پر گریہ کرنا ہی انکی عبادت  
 ہے۔ چونکہ مختلف فرشتے مختلف عبادات رکھتے ہیں ان میں سے بعض ہمیشہ حالتِ  
 قیام میں ہیں، بعض حالتِ رکوع میں بعض حالتِ سجود میں، بعض تسبیح میں مصروف ہیں  
 بعض تحلیل میں بعض اور اقسام عبادت میں مشغول ہیں۔ فرشتوں کی ہر نوع خاص نوعیت  
 کی عبادت رکھتی ہے۔ وہ بنی نوع انسان کی طرح نہیں ہیں کہ عبادات مختلفہ پر مکلف  
 ہوں۔ فرشتوں کی یہ ایسی نوع ہے کہ انکی عبادت سرکارِ سید الشہداء پر گریہ و بکا ہے اور  
 یہ قیامت تک شب و روز اسی عبادت میں مصروف ہیں۔ امام حسین علیہ السلام کے خصائص



میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ بصرہ، دمشق اور اہل ابی سفیان کے سوا تمام موجودات عالم نے آنحضرت پر گریہ و بکا کیا ہے۔ آنحضرت کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ اس مظلوم کے سوا کسی پر قبل ولادت گریہ و زاری نہیں ہوئی۔ خصوصیات میں سے ایک ان کی قبر مطہر کی زیارت ہے، کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس نے کہ بلا کی زیارت نہ کی ہو۔ زیارت کی اور کہا۔ اے سرزمین کربلا تجھ میں روشن ترین چاند دفن ہو گا۔

**ولادت حسینؑ بھی**  
**محلسِ حق**  
 سید الشہداء کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ جو باتیں دوسروں کے لئے خوشی اور سرور کا سبب ہیں وہ ان کے لئے اسباب غم و اندوہ ہیں۔ ان کی ولادت کے وقت اللہ تعالیٰ نے

جبریلؑ سے فرمایا۔ جاؤ اور میرے حبیبؑ سے ولادت حسینؑ کے سلسلہ میں پہنچو۔  
 تنہیت بھی پیش کرو۔ اور تعزیت بھی کرو۔

جب سرکارِ سید الشہداء کی ولادت ہوئی تو سرکارِ رسالتؐ نے اسماء بنت عمیس سے فرمایا میرے بیٹے حسینؑ کو میرے پاس لاؤ اسماءؓ نے عرض کیا۔ ٹھہریئے میں انہیں پاک کر لوں، ارشاد ہوا تو اسے کیا پاک کر لیگی اسے اللہ تعالیٰ نے پاک کیا ہے۔ لاؤ میرے بیٹے کو مجھے دو۔ اسماءؓ کہتی ہیں کہ میں نے ایشمنیہ کے ایک کپڑے میں لپیٹ کر سرکارِ رسالتؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ جو نہی کہ حضرت کی نظر اس مولود مسعود پر پڑی فرمایا۔ یا ابا عبد اللہ! تمہارے مصائب مجھ پر کس قدر شاق ہیں۔ سرکارِ سید الشہداءؑ کی خصوصیات میں سے کثرتِ عنوانات ہے ان عنوانات میں ایسی چیزیں بھی ہیں، جنکے باعث اللہ تعالیٰ انہیں اس قدر گنہگار ہونے کے باوجود ہو سکتا ہے کہ ابھی بخش دے۔ سب ہم عنوانات کو بیان کرتے ہیں۔ اور حضراتِ چند عنوانات سے زیادہ نہیں رکھتے۔ ان کے عنوانات کی تعداد چار یا پانچ، چھ یا زیادہ سے زیادہ دس ہے۔ لیکن سرکارِ سید الشہداءؑ کے عنوانات کا شمار نہیں ہے۔ مثلاً سرکارِ سید الشہداءؑ



کے سر کا بیان ایک عنوان ہے۔ سرکار شہادت کی جبین مبارک کے حالات ایک  
 عنوان ہے۔ سب و دنیا کی کیفیات کا بیان ایک عنوان ہے۔ گلوے مبارک  
 کی کیفیات کا بیان ایک عنوان ہے۔ سببہ مقدس کی کیفیات کا بیان ایک عنوان  
 ہے۔ دل مبارک کی کیفیات کا بیان ایک عنوان ہے۔ سرکار سید الشہداء کے گرنے  
 کا بیان ایک عنوان ہے۔ سید الشہداء کے زخموں کا بیان ایک عنوان ہے  
 یہ سید الشہداء کے عنوانات کی ایک قسم ہے۔ اور عنوانات بھی ہیں۔ مثلاً سید الشہداء  
 کے عمامہ کا بیان ایک عنوان ہے۔ پیراہن سید الشہداء کا بیان ایک عنوان ہے  
 لباس سید الشہداء کا بیان ایک عنوان ہے۔ انگشتر سید الشہداء کا بیان ایک عنوان  
 ہے۔ اور عنوانات بھی ہیں۔ ان عنوانات میں حضور کو کیا فی حاصل ہے۔ آپ عنوانات میں  
 لاشریک و بے نظیر ہیں۔ سوائے سید الشہداء کے کوئی ایسے عنوانات نہیں رکھتا۔ اور یہ  
 کثرت عنوانات سرکار سید الشہداء کی خصوصیت ہے۔ حضرت کے عنوانات کو بیان کرنا  
 ممکن نہیں۔ مثلاً خود حضرت کا نگاہ فرمانا ایک عنوان ہے۔ حضرت کا خود پیراہن طلب  
 فرمانا ایک طرح کا عنوان ہے۔ روز عاشور آپ کا عمامہ طلب فرما کر سر پر رکھنا ایک  
 طرح کا عنوان ہے۔ آپ نے سرکار رسالت کا عمامہ جسے صحاب کتے تھے اپنے سر  
 پر رکھا۔ اب اس تمامہ کرب و کار رسالت کی میراث میں سے تھا، کیوں سر پر رکھا۔ اسکی  
 بھی ایک وجہ ہے۔ اس لئے اس نذر کے عمامہ کو سر پر رکھا تاکہ حجت تمام ہو جائے  
 اور شکر مخالف کو معلوم ہو جائے کہ آپ حجت خدا ہیں۔ کیونکہ اگر آپ حجت خدا نہ  
 ہوتے تو رسول اللہ ص کے عمامہ کا آپ کے پاس ہونا ممکن نہیں تھا۔ جب یہ عمامہ  
 آپ کے سر مبارک پر تھا تو اس عمامہ کے نیچے جو ٹوپی عتی دھڑکڑے ہو گئی۔ نہیں معلوم  
 کہ آپ نے اس عمامہ نذر کو دوبارہ اپنے سر مبارک پر کس طرح لپیٹا۔ آپ کے نظر  
 فرمانے کا بھی ایک عنوان ہے۔ خود آنحضرت چند مجالس رکھتے ہیں۔



## دوسری محرم کو سید الشہداء کی تقریر

چنانچہ جس وقت آپ وارڈ کر بلا ہوئے، دوسری یا تیسری محرم تھی۔ آپ نے دو کام کئے۔ پہلے اپنے اصحاب و انصار کو جمع کیا۔ باوجودیکہ حضور اپنے مقصد کے کئی بار

بیان فرما چکے تھے اور توضیح فرما چکے تھے کہ آپ خود شہید ہونے کے لئے کر بلا جالیے ہیں۔ وہاں آپ کے اہل و عیال و اطفال قید ہوں گے۔ ایک دفعہ رکنہ میں ہی فرمایا تھا۔ اے اصحاب و انصار! معاملہ دگر گول ہو چکا۔ حالات کی رفتار یہاں تک پہنچ چکی ہے۔ کہ ہمارے لئے فتح اور غلبہ کا امکان نہیں رہا۔ بلکہ ہمارا شہید ہونا ضروری اور حتمی ہے۔ آپ نے اپنے اصحاب و انصار کو نصیحت فرمائی تھی۔ حمد و ثناء الہی اور اپنے خدا مجد پر درود و سلام بھیجنے کے بعد فرمایا تھا۔ ”جو حالات پیدا ہو گئے ہیں، وہ تم بھی دیکھ رہے ہو۔ دنیا تبدیل ہو چکی ہے۔ اسکی بھلائیوں نے ہم سے منہ پھیر لیا ہے۔ اب اس سے اتنا بچ رہا ہے۔ جتنا بتن میں بچ رہے۔ دالے چند قطرے اور ایسی ذلیل زندگی جیسے ناقابل فہم چارہ۔ کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ حق پر عمل نہیں ہو رہا۔ اور باطل کی کوئی انتہا نہیں رہی۔ ان حالات میں موت کو سعادت سمجھا ہوں اور ان ظالموں کے ساتھ زندگی بسر کرنے کو جنجال سمجھا ہوں۔“

جب سرکار شہادت نے ان کلمات کو بیان فرمایا تو بعض سعید مدحوں نے ان سب پر سلام ہو۔ ان کلمات کے جواب میں کچھ عرض کیا۔ مثلاً نہ میرا بن نہیں نے عرض کیا ”فرزند رسول! ہم نے حضور کے کلمات کو سنا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کی ہدایات سے فائدہ اٹھانے کا موقع دے، فرزند رسول! اگر دنیا ہمارے لئے ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والی ہوتی اور ہم اس میں ہمیشہ رہتے تو بھی ہم آپ پر فدا ہونے کو ترجیح دیتے اور زندگی کی بجائے موت کو اختیار کرتے حالانکہ یہ دنیا فانی ہے۔“

شب عاشور انصار کی جوابی تقریریں | سرکار سید الشہداء نے ۲ یا ۳ محرم



کو بلکہ شب عاشور بھی اپنے اصحاب اور اہل بیت سے ایسے ہی خطابات فرمائے۔ چنانچہ فرمایا میں شہید ہو جاؤنگا۔ اس لئے آپ چلے جائیے۔ اصحاب حسینؑ نے اس کے جواب میں اپنے معروضات پیش کئے۔ چنانچہ اسی زہیر ابن قین نے عرض کیا:۔  
 ”قسم بخدا اسے فرزندِ رسول! مجھے تو پند ہے کہ میں قتل کیا جائوں اور میرے جسم کے اجزاء کو پھیر دیا جائے۔ اگر ایسا ہزار دفعہ بھی ہو تو مجھے یہ محبوب ہے۔ تاکہ آپ کا اور ان نوجوانوں کا جو آپ کے اہل بیت میں سے آپ کے بھائی اور بیٹے ہیں۔ قتل ہونا اٹھ جائیے۔“

حضرت سہم بن عوسجہ نے عرض کیا:۔

”ہم اس حالت میں آپکو چھوڑ چاہیں اور آپ سے الگ ہو جائیں۔ جبکہ دشمنوں نے آپ کو محاصرہ میں لیا ہوا ہے۔ خدا کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ہم اس وقت تک آپ سے علیحدہ نہیں ہوں گے۔ جب تک کہ اللہ جان لے کہ ہم نے آپ کے بارے میں رسول اللہؐ کے حقوق کی حفاظت کی، حضورؐ کا مقام اس سے کہیں بلند و بڑھ ہے کہ حضورؐ سے علیحدگی اختیار کی جائے۔ خدا کی قسم اگر مجھے یہ بھی علم ہو کہ میں قتل کیا جاؤنگا، پھر مجھے جلا دیا جائیگا اور پھر زندہ کیا جاؤنگا۔ اور میں یہ بھی جان لوں کہ ایسا ستر دفعہ کیا جائیگا۔ تو پھر بھی میں آپ سے علیحدہ ہونے کو تیار نہیں ہوں۔ یہاں تک کہ آپکی نصرت میں مجھے موت آجائے۔ اب میں ایسا کیوں نہ کروں جبکہ مجھے ایسا ہی قتل ہونا ہے۔ حالانکہ یہ میرے لئے ایسی ابدی سعادت ہے جسکی کوئی انتہا نہیں۔“

حضرت سعید بن عبد اللہ الحنفی نے بھی ایسے ہی کلمات عرض کئے اور یہ سعید بن عبد اللہ وہ روح سعید ہیں جنہوں نے نمازِ ظہر کی دو رکعت نمازِ خوف میں سرکارِ شہادت کی سپر بنکر تیروں کی بارش کو اپنے جسم پر لیا۔ اور شہید ہوئے۔  
 دوسرے اعوان و انصار نے بھی ایسے ہی معروضات پیش کئے۔ یہاں تک کہ



شبہیر پیغمبر حضرت علی اکبرؑ اور شبہیر جناب امیر عباس نے بھی ایسے ہی جذبات کا اظہار کیا اس پر سرکارِ شہداءؑ ارواحِ صالحہ القدا نے فرمایا تھا۔

”میں اپنے اصحاب سے زیادہ وفادار اور نیک کردار کسی کے اصحاب کو نہیں پاتا ہوں اور نہ اپنے اہل بیت سے زیادہ صلہ رحم کرنے والے اور نیکی سے پیش آنے والے کسی کے اہل بیت دیکھتا ہوں۔ خدا تمہیں میری طرف سے بہترین جزا دے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ لوگ کل سے زیادہ نہیں مہلت دیں گے۔ کہ ہم زندہ رہیں۔ تم سب چلے جاؤ۔ میری طرف سے تمہارے لئے کوئی روکاؤٹ نہیں ہے رات پر تاریکی کے پردے چھائے ہوئے ہیں اس رات رات میں نکل جاؤ۔“

ایک اور دلدوز اور جانسوز فقرہ بھی ارشاد فرمایا :-

”ہر شخص میرے خاندان کے کسی شخص کا ہاتھ پکڑ کر اسے بھی ساتھ لے جائے۔ کیونکہ ان بزرگوں کو میرے سوا اور کسی سے کام نہیں ہے۔“

اس کے جواب میں حضرت عباسؑ نے ابتدا فرمائی اور کہا :-

”ہم ہرگز ایسا نہیں کریں گے کہ آپ کے بعد دنیا میں باقی رہیں۔ خدا الیہا نہ کرے کہ ہم آپ کے بعد باقی رہیں۔“ اس کے بعد حضرت علی اکبرؑ حضرت قاسمؑ اور دوسرے افراد اہل بیت نے حضرت عباسؑ کی طرح فداکارانہ جذبات کا اظہار کیا۔

پھر سرکارِ شہادتؑ نے حضرت عقیلؑ کی اولاد پر مخصوص نظر ڈالی اور فرمایا :-

”تم میں سے مسلمؑ کا میری نصرت میں شہید ہونا کافی ہے۔ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں تم چلے جاؤ“ انہوں نے جواب دیا۔

”سبحان اللہ! آپ کو چھوڑ جائیں تو لوگ ہمارے بارے میں کیا کہیں گے کہ انہوں نے اپنے سردار اور آقا کو اپنے چچا کی اولاد کو جو انکا بہترین چچا تھا چھوڑ دیا۔ اور ان کے ساتھ تیروں اور نیزوں کا نشانہ بننے اور تلواریں کھانے سے دریغ کیا



ہم نہیں جانتے کہ انہوں نے یہ کیا کیا۔ خدا کی قسم! ہم ہرگز ایسا نہیں کریں گے بلکہ ہم اپنی جانوں اور اپنے خاندان کو آپ پر فدا کر دیں گے۔ تاکہ آپ کی طرح شہید ہو جائیں اللہ تعالیٰ آپ کے بعد زندگی کو ہمارے لئے بھیج اور تا سادگار قرار دے۔ خدا کی قسم ہرگز نہیں کہ ہم اپنے آقا اور سردار کو چھوڑ جائیں۔

سرکار سید الشہداء ارواحنا لہ الفدا کے اصحاب و اہل بیت ایسے تھے۔ جنہوں نے اپنے فداکارانہ معروضات کو اس شان و فام سے پیش کیا۔ کچھ ایسے لوگ بھی سرکار سید الشہداء کے ہمراہ ہوئے تھے۔ جنکی غرض طمع دنیا و اہل کالاج تھا۔ جب انہیں معلوم ہوا اور انہوں نے جان لیا کہ سرکار سید الشہداء شہید ہو جائیں گے تو چل دیئے۔ پس جو لشکر متحدہ جدا ہو گیا اور اہل اہل اپنے تھے انہوں نے انکار کیا۔ ظاہر ہے کہ جو شخص امام کو اس حالت میں تنہا چھوڑ دے اور چلا جائے وہ اہل دنیا و اہل باطل سے ہے اور باطل پستوں کی طرف مائل ہے۔ پس یہ جماعت ملعونہ بھی لشکر عمر سعد میں شامل سمجھا جائے

**جناب سکینہؑ اور** علیا محمدہ جناب سکینہ خاتون فرما تی ہیں کہ میرے پدر بزرگوار نے فرمایا تھا۔ ”ہم اہل بیت کے نزدیک فریب اور مکاری

**شعب عاشورہ** حرام ہے۔ پس جو شخص ہماری نصرت و یاوری پر آمادہ نہ ہو

وہ اس اندھیری رات میں چلا جائے۔ اور جو جان دینے میں ہماری مدد کرے گا وہ جنت کے بلند درجوں میں ہمارے ساتھ ہوگا۔ تحقیق میرے جد بزرگوار نے خبر دی ہے کہ میرا بیٹا حسینؑ کر بلا میں یکہ و تنہا اپنا سا عالم سفر میں شہید ہوگا۔ اس عالم میں جس نے اسکی مدد کی گریا میری مدد کی اور اس کے بیٹے العالم کی مدد کی جو شخص زبان سے بھی ہماری مدد کرے وہ قیامت کے دن ہماری جماعت میں ہی ہوگا۔“

علیا جناب سکینہ خاتون بیان فرما تی ہیں کہ ابھی میرے پدر بزرگوار کا یہ کلام



ختم نہیں ہوا تھا کہ لوگ دس دس بیس بیس کر کے چلے گئے۔ اور جو باقی رہ گئے ان کی تعداد ستر اور اسی کے درمیان تھی۔ میں نے اپنے پدر بزرگوار کی طرف نظر کی تو دیکھا کہ وہ رنج اور بقیاری میں سر کو جھکائے ہوئے تھے۔ جب میں نے اس حالت کو دیکھا تو روتے روتے میری ہچکی بندھ گئی۔ پھر میں نے ضبط کیا اور ساکت ہو کر آسمان کی طرف دیکھا اور بارگاہ رب العزت میں عرض کیا۔

”اے معبود! انہوں نے ہمیں رسوا کیا، تو انہیں رسوا کر، ان کی دعاؤں کو قبول نہ فرما اور انہیں روئے زمین پر کہیں ٹھکانا نصیب نہ ہو۔ ان پر فقر و فاقہ کو مسلط فرما۔ اور انہیں میرے جد کی شفاعت سے محروم فرما“

اس کے بعد میں روتی ہوئی اپنے خیمہ میں آئی۔ میری چھوٹی ام کلثوم کی نظر مجھ پر پڑی پوچھا۔ بیٹی! روتی کیوں ہو؟ میں نے لشکریوں کی بے وفائی کو بیان کیا کہ وہ کس طرح میرے پدر بزرگوار کو سفر میں تنہا چھوڑ کر چلے گئے۔ انہوں نے بلند آواز سے رونا شروع کیا اور کہا: ”کاش کہ یہ دشمن اس بات پر رضا مند ہو جاتے کہ میرے بھائی کے عوض ہم سب کو قتل کریں“ گریہ دیکھا کی آواز سن کر سب عورتیں جمع ہو گئیں اور رونا شروع کیا۔

ہاں تو دوسری یا تیسری تاریخ کو ایک کام تو حضرت نے کر کے چلے جانے کے لئے کہا۔ جو سعادتمند تھے ساتھ رہے جو بد بخت تھے چلے گئے۔

دوسرا کام جو اسی تاریخ کو حضور نے کیا یہ تھا کہ خاندان رسالت کے تمام مردوں اور عورتوں کو ایک خیمہ میں جمع کیا۔ ان پر ایک نظر ڈالی اور پھر لوری ایک ساعت روتے رہے۔ یہ واقعہ ایک تفصیل رکھتا ہے جسے ہم بیان کر چکے ہیں (مولف کی تالیف الارشاد والاعزا اردو ترجمہ المواعظ والبعثات میں یہ تفصیل موجود ہے جو معلوم کرنا چاہے تو اس کتاب کی طرف رجوع کرے)



ہم نے بیان کیا ہے کہ سرکار سید الشہداء کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت کثرت وسائل ہے اس سلسلہ میں الارشاد والعزاکا مطالعہ کیجئے (آنحضرت کے وسائل شمار سے بلند بالاتر ہیں۔ وہ تمام وسیلے جن سے امید بخش و نجات ہو سکتی ہے سرکار سید الشہداء رکھتے ہیں۔ اور ان وسائل میں سے بلند ترین وسیلہ یہ ہے کہ انسان لفظ عاشورہ حسرت کی نصرت میں حضور کے ساتھ شہید ہوا ہو۔ چونکہ سرکار سید الشہداء اور ان کے تمام اساتذہ شہداء کے کر بلا دین خدا کی نصرت و یاری میں شہید ہوئے ہیں۔ اگر آپ بھی دین اور اہل دین کی نصرت کے مقام کو حاصل کر لیں تو ان شہیدوں کی مانند ہو جائیں گے جو آنحضرت کی رکاب میں شہید ہوئے۔ اب اگر آپ معرفت امام میں کوشش کریں تو آپ بھی انکی مانند ہو جائیں گے۔ جو سرکار شہادت کی رکاب میں شہید ہوئے ہیں۔ الغرض حضرت کے وسائل بہت ہیں۔ اور یہ بھی آنحضرت کی خصوصیات میں سے ہے کہ انسان ان وسائل کو ایک مجلس میں جمع کر سکتا ہے۔ حتیٰ کہ شہادت کے مرتبہ کو بھی پاسکتا ہے۔ آنحضرت کے وسائل میں سے آنحضرت کی معرفت بھی ہے۔ آنحضرت کی زیارت بھی ہے۔ آنحضرت کی نصرت بھی ہے۔ آنحضرت پر رونا بھی ہے۔ الیٰ خیر ذالک۔ یہ وسائل کثیر ہوں گے۔ شہادت رکھتے ہیں یہ نہ سمجھئے کہ ہمارے لئے ہی ہیں۔ بلکہ تمام انبیاء و اوصیاء علیہم السلام کے لئے بھی ہیں۔ مثلاً ان میں سے ہر ایک ان وسائل سے متوسل ہوتا ہے۔ مثلاً آنحضرت کی معرفت انبیاء و اوصیاء کیلئے بھی ایک وسیلہ ہے۔ ان وسائل میں سے ایک وسیلہ زیارت کرنا ہے۔ یہ تمام انبیاء و اوصیاء کے لئے بھی ہے۔ کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس نے کر بلا کی زیارت نہ کی ہو اور اس سرزمین کو ان الفاظ سے خطاب نہ کیا ہو "تجدیں ایک روشن ترین چاند دفن ہوگا۔"

سید الشہداء کے وسائل میں سے ایک وسیلہ سید الشہداء پر گریہ و بکا ہے

سید الشہداء پر متصوموں کا رونا



تمام انبیاء نے بھی سرکارِ شہادت پر گریہ کیا ہے۔ اس سلسلہ میں ہم غور و فکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ سب سے زیادہ گریہ سرکارِ رسالت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ان کے بعد اس صاحبِ قبر مطہر حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب کا گریہ اپنے فرزند مظلوم پر سب سے زیادہ تھا۔ صرف ایک واقعہ اس امر کا شاہد ہے کہ علی مرتضیٰؑ کا گریہ کس قدر شدید تھا۔ عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں خدمتِ جناب امیر علیہ السلام میں تھا۔ جب حضور صفین کی طرف تشریف لیجا رہے تھے جب ہم بنو اہنچے اور وہ فرات کا کنارہ ہے، تو جناب امیرؑ نے بہ آواز بلند فرمایا۔ ابن عباس کیا تم اس زمین کو جانتے ہو؟ میں نے عرض کیا۔ یا امیر المومنینؑ! میں نہیں جانتا۔ فرمایا اگر تو اسے اس طرح جانتا جس طرح میں جانتا ہوں، تو میری طرح روئے بغیر یہاں سے نہ گزرتا۔ پھر آپ بہت دیر تک روتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ کی ریش اقدس تر ہو گئی اور آنسو جاری ہو کر سینے پر بہنے لگے۔ اور حضور پر اب فرما رہے تھے میں اور آل ابی سفیان سے کیا واسطہ میں اور شیطان کے لشکر اور اولیائے کفر سے کیا تعلق پھر آپ نے سید الشہداءؑ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ یا ابا عبد اللہ صبر کبھیو۔ تیرے باپ کو بھی ان سے ایسا ہی دوچار ہونا پڑے گا جیسا تجھے، اس سلام اقدس سے معلوم ہوتا ہے کہ سید الشہداءؑ وہاں موجود تھے اور جناب امیرؑ اس طرح سے گریہ و زاری فرما رہے تھے۔ اس سے اندازہ کیجئے کہ ان بزرگوں کی کس واقعہ کے متعلق کیا حالت تھی۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ اس کے بعد آپ نے پانی طلب کیا اور وضو کیا، نماز پڑھی اور سو گئے، پھر بیدار ہوئے اور فرمایا۔ میری آنکھ لگ گئی تھی۔ میں نے اس وقت خواب دیکھا پھر آپ نے اپنا خواب بیان کرنا شروع کیا۔ اور فرمایا میں نے دیکھا کہ یہ تمام سرزمین خون سے بھر گئی، خون ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ اس میں میرا بچہ میرا کشیل (بہادر بیٹا) میرے جگر کا ٹکڑا غرق ہو رہا ہے۔ براہ فرماؤ کرتا



اور کوئی اس کی فریاد کو نہیں پہنچتا۔ پھر آپ دیر تک اس واقعہ کے متعلق فرماتے رہے۔  
خود بھی رو رہے تھے اور ہم بھی ان کے ساتھ رو رہے تھے۔ اس نذر روئے۔ کہ  
بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ ہم بھی برابر رو رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جناب  
امیر علیہ السلام کا بیہوش ہو کر گرنا اسی سرزمین پر تھا۔ جہاں سرکار سید الشہداءؑ کر بلا میں گرے  
اور اس بیہوش ہونے کے متعلق چند احتمال میری نظر میں ہیں۔ غالباً آپ واقعہ کر بلا  
کے تمام مناظر نظر میں لئے اور بیہوش ہو گئے۔ المختصر سید الشہداءؑ پر سب سے زیادہ  
رونے والوں میں جناب رسول اللہؐ کے بعد جناب امیرؑ ہیں۔

**سید الشہداءؑ کا پہلا زائر**  
سرکار سید الشہداءؑ کا سب سے بڑا زائر اور آپ کی شہادت کے  
بعد سب سے پہلا زائر کون ہے؟ جو اس مسافر کی زیارت کے  
لئے آیا وہ جابر ابن عبد اللہ انصاری ہیں۔ مگر یہ مشہور ہو گیا ہے

حقیقت میں جس نے زیارت اور زیارت کی تمام شرائط ادا کیں جو زیارت کے  
معیار پر پوری اتریں، جو کوب و بچینی کا خزانہ تھیں، گرد و غبار میں لٹی ہوئی تھیں جو  
فاقہ کش بھی تھیں اور پیاسی بھی تھیں، وہ پہلی زائرہ ام المصائب علیا جناب نبیؑ  
ہیں۔ ان کی طرح کسی نے سید الشہداءؑ کی زیارت نہیں کی۔ قبر مطہر سید الشہداءؑ کو  
بوسہ دینا آداب زیارت میں سے ہے۔ جب علیا جناب زینبؑ زیارت کے لئے

آئیں قبر مطہر تو عتی ہی نہیں کہ اسے بوسہ دیتیں۔ اسلئے قرائدس کو نہیں چوما۔ بلکہ جب اطہر  
پر بوسہ دیا۔ مگر میں نہیں کہہ سکتا کہ بوسہ کے لئے جسم اطہر پر کوئی جگہ تھی بھی یا کہ نہیں، جسم  
اطہر پر کوئی جگہ ایسی نہیں تھی جو زخموں سے خالی ہو۔ جسے مہارک کو چومنے کے  
بعد آپ نے اپنے جد امجد سرکار رسالتؐ سے خطاب کیا۔ اور سلام کے عرض کیا۔  
ہائے نانا محمدؐ آپ پر تو آسمان کے مالک نے دلد و بھیجا اور یہ آپ کا حسین  
خاک و خون سے آغشته جس کے اعضا جدا ہو چکے ہیں پڑا ہوا ہے۔ پھر



جناب امیر، جناب سیدہ اور جناب حسن کو سلام کر کے ایسے ہی فقرات عرض کئے  
مخدومہ کو نین زینت جناب سید الشہداء کی پہلی زادہ ہیں جو زیارت کی تمام شرطوں  
کو عمل میں لائیں۔ بھائی کے حیدر مبارک کی زیارت کے لئے آئیں۔ پائین پا کی  
طرف سے زیارت کی بالائے سر آئیں۔ چاہا کہ بالائے سر کی زیارت کریں۔ مہر تقدس  
نہیں تھا۔ بالائے سر کے عوض لگاوتے بردہ کی زیارت کی۔ جب کوفہ میں آئیں تو بالائے  
سر کی زیارت بھی کی۔ معلوم نہیں کہ دور کی زیارت کی یا نزدیک کی، معلوم نہیں کہ  
مہر مبارک کا بوسہ بھی نصیب ہوا کہ نہیں، استفادہ معلوم ہے کہ مہر مبارک نزدیک ہی تھا  
مہر تقدس پر نظر پڑی، اسی حالت میں اپنے مہر مطہر کو بند کیا اور محمل کی لکڑی سے  
دے مارا۔ خدا معلوم کیا کیا نظر آیا۔ کہ اس طرح بے چین ہو گئیں۔

آج مجھے اس بات کو بیان کرتا مد نظر تھا کہ انسان اگر چاہے تو ایک ہی  
مجلس میں تمام وسائل سید الشہداء کو جمع کر سکتا ہے۔ بلکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انسان  
امام کے ساتھ شہید ہونے والوں میں شامل ہو جائے۔ چنانچہ جابر ابن عبد اللہ انصاری  
نے کربلا پہنچ کر شہداء لائے کر بلا سے خطاب کیا۔ اور اس طرح سے کہا۔ لقد شارکناکم  
یعنی رسکاب سید الشہداء میں شریک ہونے کے لحاظ سے ہم بھی آپ کے شریک  
ہیں۔ اس نابینا صحابی کے عصا کش عطیہ نے کہا یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم ان کے  
شریک ہو جائیں۔ حالانکہ نہ ہی ہم نے تلوار چلائی نہ ہی جہاد کیا اور نہ ہی ہم شہید ہوئے  
ان معید روحوں نے سید الشہداء کی راہ میں اپنی جانیں قربان کیں۔ اپنے مہر فدا  
کئے۔ مال لگا دیئے اور نواسہ رسول کی نصرت میں شہید ہوئے۔ جابر نے کہا میں  
نے اپنے آقا سرکار رسالت کی زبان سے سنا ہے۔ من احب عمل قوم فرس  
منہم۔ جو شخص کسی قوم کے عمل کو پسند کرے وہ اسی قوم میں سے ہے۔  
خدا کی قسم میری یہی نیت تھی اور میرے ساتھیوں کی بھی یہی نیت تھی۔ اگر روز عاشور



ہم ہوتے تو اسے رسولؐ پر اپنے سر شہداء کرتے اور اس مظلوم کی راہ میں اپنی جانیں قربان کرتے، اس سے معلوم ہوا کہ انسان شہداء کے بلا کے ساتھ شریک ہو سکتا ہے۔ جب آپ نے یہ بیان کیا تو اس سے بالاتر بھی ایک مقام ہے کہ انسان شہید ہونے والوں میں شریک ہو بلکہ وہ خود مستقل طور پر شہید ہونے والا ہو جائے۔ یہ امر سرکارِ سید الشہداءؑ کے وسائلِ خاصہ میں سے ہے۔ مگر میرا ارادہ یہ ہے کہ میں اس خصوصیت کو اس وقت بیان کروں جبکہ میں پہلی محرم سے عشرہ محرم تک بلکہ تیرہ محرم تک کربلا میں رہوں اور وہاں موقع بھی بیان کروں اور سرکارِ سید الشہداءؑ کے مصائب بھی بیان کروں۔ میں اسے اس وقت تک بیان نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ مشرف کربلا نہ ہوں۔ میں نے سالہا سال سے یہ عہد کیا ہوا ہے کہ میں ان حضرات کے سامنے بیان کروں جو یوم عاشور مشرفِ زیارت کربلا ہوتے ہیں کہ وہ مجھے ثوابِ زیارت میں شریک کریں اور میں بھی ان کو اس مجلس کے ثواب میں اپنا شریک قرار دوں۔ اللہ اعلم۔

نَسْأَلُكَ - اَللّٰهُمَّ يَا اللّٰهُ يَا اللّٰهُ



بِسْمِهِ تَعَالَى

# وَمِنْ مَوْعِظَتِهِ فِي بَعْضِ الْجُمُعَاتِ

## مِنَ الصَّغْرِ ظَاهِرِ اثْنِ عَشَرَ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

خطبة | سبحانك اللهم يا الهى ومجديك لا احصى ثناء عليك كما  
اثبتت على نفسك يا من بكلمته قامت السموات السبع  
واستوت الارض المهان وثبتت الجبال الرواسى وقامت على  
حدودها البحار يا من اقرت لك بالعبودية العالمون وذل  
لك المتعززون وتواضع لك المتكبرون نحمدك اللهم والحمد  
من نعمائك ونشكرك والشكر من الايبك ونصلي ونسلم على  
سيد انبيائك محمد افضل اصفيائك واشهر انبياءك  
الحبيب المهدى والصفى المقرب والنبى المنتجب والرسول  
المنتخب وعلى اهل بيته ائمة الاعلام ومصابيح الظلام  
ومبيني الحلال والحرام والدعاة الى دار السلام والسادة  
الافتياء الموصحين الشريعة العز عليهم من الله الاف  
التحية والثنا مادامت الارض والسماء

خطبة عزائى جناب امير | عباد الله ايها الذين آمنوا فقوموا  
وعلموا افهموا والظنوا فلهوا  
وسلموا فانسوا امهلوا طويلا ومنحو اجميلا واحذروا



الذُّنُوبِ الْمُورِثَةِ الْعُيُوبِ الْمُسَخِّطَةِ - اُولَى الْاَبْصَارِ وَالْاَعْيُنِ  
وَالْعَافِيَةِ وَالْمَتَاعِ هَلْ مِنْ مَنَاصِبٍ اَوْ خِلَاصٍ اَوْ مَعَادٍ اَوْ فِرَارٍ  
اَوْ مَحَارٍ اَمْ لَا رَفَاقِي تَوَفَّكُونَ ( اَمْرَيْنِ كَصِفَتِ اَمْرِيَا ذَا  
تَفَرُّوْنَ وَارْتِخَاطُ اَحَدِكُمْ مِنَ الْاَرْضِ ذَاتِ الطُّولِ وَالْعَرْضِ  
قِيْدٌ وَقَدْ مَتَعْنَا عَلَى خِدْمَةِ الْاَلَانِ عِبَادَ اللهِ وَالْخَنَافَتِ  
مُهْمِلٌ وَالرُّوحُ مُرْسَلٌ فِي فَيْنَةٍ الْاِرْتِيَادِ وَرَاحَةِ الْاَكْبَادِ  
وَبَاحَةِ الْاِحْتِشَادِ وَمَهْلُ الْبَقِيَّةِ وَاعْلَافِ الْمَشْهَةِ وَالظَّارِ  
التَّوْبَةِ وَالْفِتَاحِ الْحَرْبَةِ قَبْلَ الضُّنْكِ وَالْمَضِيقِ وَالرُّدْعِ  
وَالنَّهْوِ قَبْلَ قُدُومِ الْغَائِبِ الْمُنْتَظَرِ وَالْخِذْلَةِ الْعَرِيْزِ الْمَقْدَرِ

بندگانِ خدا! وہ لوگ آج کہاں ہیں جنہیں طولانی عمر دی گئی اور

**اردو ترجمہ** انہوں نے عیش میں زندگی بسر کی، جنہیں احکامِ الہی کی تعلیم دی گئی

اور انہیں وہ خوب سمجھے (مگر ان پر عمل پیرا نہ ہوئے) جنہیں مہلت دی گئی مگر انہوں  
نے غفلت برتی۔ انہیں صحت و سلامتی عنایت کی گئی۔ مگر وہ اسے بھول گئے  
انہیں عرصہ دراز تک ڈھیل دی گئی۔ عمدہ نعمتیں عطا کی گئیں مگر وہ ان سے  
سے دُعا کیا، انہیں ابو عظیم کے وعدے کئے گئے۔ ان سے کہا گیا کہ ہلاک کرنے  
والے گناہوں اور خدا کو ناراض کر دینے والے عیبوں سے ڈرو اور پرہیز کرو۔

اے آنکھ کہاں والو! اے صحت و سلامتی والو! اے مال و متاع والے انسانو! کوئی  
بچنے کی جگہ ہے؟ کوئی رہائی پانے کی جگہ ہے؟ کوئی پناہ لینے کی جگہ ہے؟ کوئی بھاگ  
کر جانے کی جگہ ہے؟ کوئی پٹ کر جانے کی جگہ ہے بھی یا نہیں اور وہ یقیناً  
نہیں ہے، پھر تم کدھر بھگے جاتے ہو یا کدھر پھرے جاتے ہو یا کس دھوکے میں  
پڑے ہوئے ہو۔ دیکھو اس لمبی چوڑی زمین میں تم میں سے ہر شخص کا حصہ اس کے



قامت کے بقدر ہے (قبر ہے) جہاں وہ اپنے رخسارے کے بل خاک آلود پڑا ہو گا۔  
 بندگانِ خدا اس وقت جبکہ کلا گھوٹنے والی رسی کھلی ہوئی ہے اور روح (موت کے  
 پیچھے سے) آزاد ہے، حق کی جستجو کے لئے گھڑی ملی ہوئی ہے۔ جسموں کی راحت حاصل  
 ہے۔ اکٹھا ہونے کے موقع ملے ہوئے ہیں، لقیہ زندگی کی مہلت موجود ہے۔ اس توبہ  
 کی مہلت اور حاجت کی کشادگی کے زمانہ میں قبر کی تنگی اور پریشانی سے اور آخرت کے  
 خوف و اضطراب سے قبل غائب موت کے آنے اور خدائے غالب کی گرفت سے پہلے  
 پہلے عمل کر لو۔

**خطبہ عزائے کا اثر** کیا آپ نے اس موعظہ کو پہچان لیا؟ یہ موعظہ کے بانی امیر المومنینؑ  
 کا ایک موعظہ ہے۔ اس موعظہ کو موعظہ عزائے کہتے ہیں۔ یعنی  
 روشن وعظ و نصیحت حضور کے موعظہ حسنہ میں سے ہر موعظہ ہی روشن ہے۔ آپ کے  
 کلمات مبارکہ کلام خالق کے بعد کلام مخلوق سے بالا و بلند ہیں۔ روایت میں وارد ہوا ہے  
 کہ جب حضور نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا تو لوگوں کے جسم کانپنے لگے۔ آنکھوں سے آنسو  
 رہاں ہوئے اور دل کانپ اٹھے۔

**ایک سوال** مجھے معلوم نہیں کہ آپ پر اس کا اثر ہوا ہے یا کہ نہیں؟ اگر آپ  
 متاثر ہوئے ہیں تو پھر سمجھ لیجئے کہ انشاء اللہ وہ غائب نظر یعنی  
 عزرائیل کے آنے سے پہلے اس اثر نے آپ کے امور کو درست کر دیا ہے، ورنہ  
 آپ ہلاک ہو جاتیں گے۔ میں نے آپ کو آگاہ کر دیا ہے۔ یہ موعظہ اس لئے  
 ہے تاکہ سننے والا متوجہ ہو جائے۔ اور جان لے کہ وہ کس حالت میں ہے۔ اور  
 سمجھ لے کہ اس کا انجام کار کس طرح ہے۔ کیا اسکی عاقبت بخیر ہے یا عاقبت بخر نہیں؟  
 جو شخص سمجھتا ہے کہ اسکا انجام نیک ہے اسے وعظ و نصیحت کی ضرورت نہیں۔ بس  
 اس شخص کو غرور نے ہلاک کر دیا ہے۔ لیکن جو شخص نہیں جانتا کہ اسکا انجام بخیر ہے یا نہیں



اور وہ انجام پر غور و فکر کرتا ہے اور وعظ و نصیحت کو سنتا ہے اس کیلئے میں آج چاہتا ہوں کہ بڑے انجام کو بیان کروں۔ انسان کا انجام کس طرح ہونا چاہئے۔ میں انہیں دعوت کو بیان کرنا چاہتا ہوں، آپ ان پر غور کریں کہ بڑے انجام سے بچنے کی کیا صورتیں ہیں؟ اور اس طرح اصلاح حال کر سکیں۔ آپ کیلئے بچنے کی جگہ ہے، رہائی پانے کی جگہ ہے اور چائے پناہ ہے۔ آپ انجام کار کو درست کر لیجئے۔ وعظ و نصیحت کے بانی فرماتے ہیں: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا زِينَتَكُمْ لِكُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلِّ مَأْكَلٍ وَكُلِّ مَقَامٍ**۔ کہ موت اچانک آجائے۔

**بُڑے انجام کی صورتیں** | انسان کے بڑے انجام کی پہلی صورت یہ ہے کہ وہ دنیا سے ایمان کو کھو کر شخصیت ہو۔ یہ انسانی حالتوں

میں سب سے بُری حالت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے کہ جو شخص دنیا سے بے ایمان ہو جائے گا اسے جہنم میں لے جائیں گے۔ قسم یہ ہے کہ جہنم کو تمام انسانوں اور جنات کافروں سے پہلے کیا جائے گا۔ اس قدر آپ جان لیجئے کہ جو شخص دنیا سے بے ایمان جائیگا اگر اس نے ہزار ہا ہزار سال عمل کیا ہے اس عمل کا کوئی فائدہ نہیں اگر انسان میں ایمان نہ ہو اور وہ ایسا عمل کرے جس سے بُرا عمل کوئی نہ ہو تو اس کیلئے اس عمل کا بھی کوئی ثمر نہیں ہے۔ مثلاً کوئی عمل سرکار رسالت کی رکاب میں مارے جانے سے بلند نہیں ہے۔ اگر انسان بغیر ایمان کے شہید بھی ہو جائے۔ اس کے لئے کوئی فائدہ نہیں۔

**بُڑے انجام کی مثال** | چنانچہ روایت میں ہے کہ ایک شخص سرکار رسالت کے ہمراہ تھا۔ لوگوں نے عرض کیا یہ شخص بہت اچھا

ہے۔ آنحضرت نے فرمایا۔ نہیں اچھا آدمی نہیں ہے۔ یہاں تک کہ وہ شخص میدان جنگ میں چلا گیا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ حضور وہ میدان جنگ میں چلا گیا ہے۔ جہاد



کہا ہے۔ حضرت نے پھر فرمایا اچھا آدمی نہیں ہے۔ یہاں تک کہ وہ لڑتا ہوا زمین پر گر پڑا۔ لوگوں نے پھر عرض کیا۔ حضور اب تو وہ زمین پر گر پڑا ہے۔ پھر آنحضرت نے فرمایا اچھا آدمی نہیں ہے۔ ایک شخص اس کے آخری وقت اس کے سر ہلنے پہنچا اور کہا تو کیا خوش نصیب ہے۔ میں تجھے بہشت کی خوشخبری دیتا ہوں۔ اس نے کہا میں نے یہ کام بہشت کے لئے نہیں کیا۔ بلکہ اس لئے کیا ہے کہ لوگ مجھے غیور کہیں۔ اس کا یہ سارا عمل غیرت کے لئے تھا۔ الغرض ایمان کے بغیر کوئی عمل فائدہ نہیں دیتا۔

اللہ تعالیٰ نے سرکارِ سید الشہداء کی زیارت اور گریہ و بکا میں یہ خاصیت قرار دی ہے کہ وہ سوائے ایسے گناہ کے جو انسان کو ایمان سے خارج کر دے۔ باقی سب گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے۔ ایسے شخص کے لئے جو خارج از ایمان ہو جائے یہ عمل بھی فائدہ بخش نہیں ہے۔ ہاں بے ایمانی اس قابل نہیں چھوڑتی، کہ انسان کو کسی عمل کا فائدہ پہنچ سکے۔ اب میں بے ایمانی کی علامتوں کو بیان کرتا ہوں۔ کہ اگر خدا نخواستہ آپ میں خود وہ علامتیں موجود ہوں تو ابھی وقت ہے کہ آپ اسکا علاج کر سکیں، تدارک کر سکیں۔ وہ چند چیزیں ہیں جو بے ایمانی کی نشانیاں ہیں۔

**بے ایمانی کی علامتیں** | بے ایمانی کی علامتوں میں سے ایک علامت نفاق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ منافقتیں

پست ترین درجہ جہنم میں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی علامتیں اس طرح بیان کر دی ہیں۔ کہ منافق وہ لوگ ہیں جو لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ نہانہ پڑھنے میں سستی کرتے ہیں اور بیا کرتے ہیں اور خدا کو بہت کم یاد کرتے ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے

اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ الَّذِيْنَ يَخْدَعُوْنَ النَّاسَ وَاِذَا قَامُوْا اِلَىٰ رَبِّهِمْ



النَّاسُ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا۔ تحقیق منافق وہ لوگ ہیں جو لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو سُستی کرتے ہیں۔ لوگوں کے سامنے بیاکاری کہتے ہیں اور خدا کا ذکر نہیں کرتے مگر بہت تھوڑا۔ جن لوگوں میں یہ بات ہوں وہ منافق ہیں۔ یہ نفاق کی نشانیاں ہیں جو بے ایمانی کی علامتوں میں سے ایک علامت ہے۔ اس لئے اگر انسان میں ایمان موجود بھی ہو تو نفاق کی وجہ سے رخصت ہو جاتا ہے۔

**معاصی فعلیہ دائمیہ** | بے ایمانی کی ایک علامت گناہوں کا زیادہ کرنا ہے ایسے گناہ جو دائمیہ ہوں۔ فعلیہ دائمیہ وہ گناہ ہیں جو کسی شخص کے تمام حالات میں ہی گناہ لکھے جاتے ہوں اگر وہ سویا پٹا ہو یا عبادت کر رہا ہو۔ مثلاً نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے نامہ اعمال میں نماز کا ثواب بھی لکھا جاتا ہے اور گناہ بھی لکھے جاتے ہیں۔ اور ایسے گناہ بہت ہیں۔ ان میں سے ایک گناہ حج کرنے میں دیر اور تاخیر کرنا ہے۔ جب حج کرنے کی استطاعت رکھتا ہو اور حج کے لئے نہ پائے، جب تک وہ حج کے فریضے سے سبکدوش نہ ہو اس کے نامہ اعمال میں گناہ لکھے جائیں گے۔ فعلیہ دائمیہ ایسے گناہ ہیں کہ جو ہمیشہ نامہ اعمال میں لکھے جاتے ہیں مثلاً نامحرم پر نظر کرنا۔

الغرض اگر کوئی شخص ایسا ایمان دائمیہ فعلیہ زیادہ کرے یہ بھی بے ایمانی کی علامت ہے۔ فی الجملہ اگر ایمان رکھتا بھی ہو تو اس سے زائل ہو جائے گا خصوصیت سے اگر وہ توبہ نہ کرے اور خوف خدا بھی نہ رکھتا ہو۔

يُخْرِجُونَهُمْ مِنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ (انہیں روشنی سے نکال کر تاریکی میں لیجاتے ہیں) چند آیات ہیں جو اس حقیقت پر دلالت کرتی ہیں کہ تمہارا کان عاقبتہ الذی نین اصاع السوء ان کذبوا بآیات اللہ وکانوا بها



یستہزؤن۔

پھر ایسے لوگوں کا انجام جہنوں نے گناہ کئے اور وہ آیات الہیہ کو جھٹکاتے تھے اور ان پر سنہی اڑاتے تھے۔

یہی وہ آیت ہے جسے علیا بناب زینب نے مجلس یزید ملعون میں یزید ملعون کیلئے پڑھا کہ تو زیادتی گناہ کے اس مقام پر پہنچ چکا ہے کہ آیات الہیہ کی تکذیب کر رہا ہے بلکہ ان پر سنہی اڑاتا ہے۔ الغرض گناہوں کا زیادہ کرنا ایمان کے ہاتھ سے نکل جانے کا سبب ہے۔ ایمان اللہ پر رسول پر آئمہ پر قرآن پر اور عقیدہ معاد یعنی قیامت پر یقین اور ایسے ہی دوسرے ادھار دین پر اعتقاد رکھنا ہے۔

**ایمان مستقر و مستودع** | اور یہ ایمان دو قسم کا ہے۔ ایمان مستقر اور ایمان مستودع ایمان مستقر وہ ایمان ہے جو قائم رہتا ہے اور ہاتھ سے

نہیں نکلتا، ایمان مستودع چونکہ عاریثہ ہوتا ہے۔ اس لئے ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ ایمان مستودع وہ ہے جو زندگی میں چلا جائے۔ ہو سکتا ہے کہ زندگی کے آخری لمحہ پر رخصت ہو جائے اور یہ اس طرح ہوتا ہے کہ آخری وقت ایمان کو لے جاتے ہیں۔

**استخفاف نماز** | روایت میں وارد ہوا ہے کہ ایک شخص بے اعتنائی اور بے توجہی سے نماز پڑھتا تھا اور نماز کو سبک سمجھتا تھا۔ سرکار رسالتؐ نے

اس سے فرمایا تو نماز میں کوسے کی طرح اپنی چونچ زمین پر مارتا ہے۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمدؐ ابی القاسمؑ کی جان ہے کہ جو شخص نماز کو خفیف اور معمولی سمجھتا ہو اور مر جائے موت کے وقت اس کا ایمان رخصت ہو جاتا ہے (والذی نفس ابی القاسم بیدہ من امات استخفاً بالصلوۃ ینہب الایمان عنہ

عندہ موتہ)

**تارک حج باوجود استطاعت** | بعض اور بھی ایسے انسان ہیں جن کا



ایمان مرنے کے وقت ان سے لے لیا جاتا ہے اور ایسے لوگ ہیں جو ردیہ کہتے ہیں اور مکہ معظمہ نہیں جاتے۔ یعنی مستطیع ہیں اور باوجود استطاعت حج بیت اللہ نہیں کرتے، ایسے شخصیں سے ان کے مرنے کے وقت کہہ دیا جاتا ہے کہ اگر تو چاہے تو خواہ یہودی مرجا یا نصرانی مرجا یعنی چونکہ تو نے حج کو ترک کیا ہے خواہ یہودی ہو کر مر یا عیسائی ہو کر مر یعنی دین اسلام سے باہر ہو جا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی مطلب کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ من کفر فان اللہ غنی عن العالمین۔ جو شخص کفر یعنی ناشکر گزار مئی اختیار کرے پس اللہ علین سے بے نیاز ہے بعض اور چیزیں ایسی ہیں اگر کوئی شخص انہیں ترک کرے مرنے کے وقت ایمان اس سے رخصت ہو جاتا ہے۔ مثلاً ترک زکوٰۃ۔ اگر کوئی زکوٰۃ نہ دے وہ بھی مرنے کے وقت بے ایمان مرنے ہے۔ لیکن ان سب سے بدتر اور پہلا درجہ رکھنے والا امر زیادہ گناہ کرنا ہے۔ کیونکہ اس کے لئے کوئی چارہ کار نہیں۔ باقی تمام امور کا مجمل طور پر تذکرہ ہے۔

عین موت کے وقت تو یہ جانے اور بڑے انجام کی وجہ ہے وہ موت

کے سامنے نظر آتے کے وقت توبہ کرنا ہے۔ کیونکہ موت کے معاینہ اور آثار آخرت کے دیکھنے اور عزرائیل اور دوسرے فرشتگان موت کی ملاقات کے بعد پھر کوئی چارہ کار نہیں کیونکہ ایسے وقت کی توبہ توبہ نہیں ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لیست التوابین للذین یعملون السیئات حتی اذا حضر احدہم الموت ایسے لوگوں کی توبہ نہیں جو اعمال بد کرتے ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی موت سلنے آجانے کے بعد توبہ کرے۔ یہ ایسے مسلمانوں کے واسطے ہے جو آخری وقت تک گناہ و معصیت میں مبتلا رہتے ہیں۔ اور جب موت کو اپنے سلنے دیکھتے ہیں تو



کہتے ہیں اب ہم نے توبہ کی، ایسی توبہ ان کے لئے کوئی فائدہ نہیں رکھتی۔ ان کے حالات کے لئے شرمناک اور نتیجہ خیز نہیں ہے۔ وَلَا الَّذِیْنَ مَيُوتُونَ وَهُمْ كَفَارًا۔ ان لوگوں کے لئے توبہ نہیں جو بحالت کفر مرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس لئے ایسا فرمایا ہے تاکہ یہ خیال پیدا نہ ہو جائے کہ تمام آیات خوف صرف کافروں کیلئے ہیں ہاں آپ متوجہ رہئے اور موت نظر آنے سے پہلے توبہ کیجئے اور غور کیجئے کہ آپ کے گناہ کس قسم کے ہیں اور اسکا علاج کیجئے۔ تمام گناہ علاج رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ کفر کا بھی علاج ہو سکتا ہے۔

**عاق والدین** | ہاں کچھ اور ایسے گناہ ہیں جن سے ایمان رخصت ہو جاتا ہے یہاں تک کہ آخری وقت زبان پر کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ جاری نہیں ہوتا۔ روایت میں وارد ہوا ہے کہ سرکار رسالت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے نوجوان کے سر پر ہاتھ تشریف لے گئے جو مختصر فقہاء حالت نزع میں مبتلا تھا۔ ہر چند حضور نے اس سے فرمایا کہ کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھو، وہ نہ بڑھ سکا۔ حضور نے فرمایا کہ اس نوجوان نے کونسا گناہ کیا جو کلمہ طیبہ اس کی زبان پر جاری نہیں ہوتا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اس کا کوئی بڑا کام ہمیں معلوم نہیں ہے۔ حضور نے دریافت فرمایا کیا اس کی ماں ہے؟ لوگوں نے عرض کیا۔ ہاں اس کی ماں ہے اور اس نے اسے عاق کیا ہے یعنی اسے اپنا نافرمان قرار دیا ہے۔ اے وہ لوگو جو ماں کی بے ادبی کرتے ہو دیکھو۔ غور کرو کہ سرکار رسالت ایک نزع میں مبتلا ماں کے نافرمان نوجوان کو کلمہ طیبہ بنفس نفیس فرماتے ہیں اور کلمہ طیبہ اس کی زبان پر جاری نہیں ہوتا۔ ڈرو اور اپنی ماں کی بے ادبی نہ کرو۔ پھر حضور نے حکم دیا کہ اس نوجوان کی ماں کو لاؤ، لوگ اسکی ماں کو لے آئے۔ آپ نے فرمایا۔ اب اپنے بیٹے سے راضی ہو جاؤ۔ اس نے عرض کیا۔ میں اس سے کس طرح راضی ہو جاؤں۔ حالانکہ اس نے



پتھر مار کر میری آنکھ کو اندھا کر دیا ہے۔ پھر آنحضرت نے فرمایا کہ تو اس بات پر راضی ہے کہ میں لوگوں کو آگ لاتے کا حکم دوں اور تیرے بیٹے کو اس آگ میں جلا دوں عرض کیا۔ میں اس بات پر راضی نہیں ہوں۔ فرمایا جب تو اس بات پر راضی نہیں ہے تو پھر اپنے اس بیٹے سے راضی ہو جاؤ۔ وہ بیٹے سے راضی ہو گئی ساری وقت اس نوجوان کی زبان کھل گئی اور اس نے فصیح زبان سے لا الہ الا اللہ کہا اور چل بسا

**خواہش نفس کو خدا بتانا** | پوچھتے وہ چیز جو ایمان کے کھو بیٹھنے کی علامت ہے اپنے دل کی خواہش کو اپنا خدا قرار دیتا ہے۔

ہواۃ الہا (وہ شخص جس نے اپنی خواہش کو خدا قرار دیا ہے) کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اکثر انسان ایسے ہیں کہ میں چیز کو ان کا دل چاہے اسے ہی اپنا خدا قرار دیتے ہیں

**تصاویر** | سرکارِ احدیت نے اپنے رسول کو دین حق دیکر بھیجا۔ اب لوگ دین باطل میں نے کئی دفعہ بیان کیا ہے اور اب پھر بیان کرتا

ہوں۔ ایک دفعہ ہیرنیل امین خدمت سرکارِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ مگر جس مکان میں بھرت تشریف فرما تھے اس میں داخل نہیں ہوتے تھے۔ آنحضرت نے

ان سے ارشاد فرمایا کہ آپ داخل کیوں نہیں ہوتے۔ عرض کیا اس گھر میں تصویروں ہیں اس لئے میں داخل نہیں ہوتا۔ اب امت سرکارِ رسالت نے اپنی خواہش نفس سے

تصویروں درست کی ہیں اور انہیں اپنی تقیبات قرار دے لیا ہے۔ اسے اچھی طرح سوچئے اور غور کیجئے کہ میں کیا کہتا ہوں۔ جو وقت سرکارِ رسالت کے معظمت میں

داخل ہوئے فرمایا یا علی کعبہ میں داخل ہو جئے اور نبیوں اور تصویروں کا صفایا کر دیجئے۔ تاکہ میں اللہ کے حرم محترم میں داخل ہو جاؤں۔ ان تصویروں کا ہونا

اس قدر مذموم ہے۔ ایک ملعون نے کتاب ضیاء العیون لکھ کر شائع کی ہے جو ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوئی ہے۔ اور اس امر باطل کو دین قرار دیا ہے۔ بعض



لوگوں نے ایک نئی بات پیدا کی ہے۔ سجدہ گاہوں پر تصویروں بنائی ہیں تاکہ لوگ تصویروں پر سجدہ کریں۔

**صادق آل محمدؐ کی سجدہ گاہ** | سرکارِ صدق امام جعفر صادقؑ خاک کی ایک پوٹلی بندھی ہوئی اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

اسے کھول کر بچھاتے اور اس پر سجدہ کرتے تھے۔ تو نے کبھی اس طرح خاک پر سجدہ کیا ہے۔

**تکبر و غرور** | اہل اور بہت سی چیزیں ہیں جو بے ایمانی کی علامت اور بُرے انجام کا سبب ہیں۔ ان میں سے ایک غرور ہے یہ ریا اور سمعہ

(ظاہر داری) کے علاوہ ہے بلکہ وہ عجب ہے اور وہ انسان کا اپنے بارے میں مطمئن ہونا ہے، یہ ریا اور سمعہ سے بدلتا ہے یہ عجب اور غرور انسان کو ہلاک اور ضائع کر دیتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو بندگانِ خدا نماز شب پڑھتے ہیں۔ ہم ایک یا دو ساتوں کے لئے نیند منہ پر مسلط کر دیتے ہیں۔ جو انہیں ناگوار اور شاق گزرتا ہے۔ اس ناگوار اور شاق گزرنے کا ثواب میری نماز کے ثواب سے زیادہ ہے۔

**عجز و انکسار** | ایک دفعہ ایک عابد کی قربانی قبول نہ ہوئی۔ وہ دل میں اپنے آپ کو کہنے لگا بد بخت! تیری قربانی قبول کیوں نہ ہوئی۔ اس

زمانہ کے رسول کو اللہ کا حکم ہوا کہ ہمارے بندے کو فرماؤ کہ تیرا اپنے آپ کو بد بخت کہنا تیری چالیس سالہ عبادت سے بہتر ہے۔ الغرض عجز و انکسار اور فروتنی آدمی کو عزیز بناتی ہے۔ تکبر اور غرور اسے ضائع اور ذلیل کر دیتا ہے۔

**خوفِ خدا** | کیا تو نے سرکارِ صبر سید الساجدین علیؑ ابن الحسینؑ کے حالات کو غور و فکر سے مطالعہ کیا ہے۔ دیکھئے بارگاہِ احدیث میں آنحضرت

کی کیسی کیسی دعائیں ہیں۔ کیا کیا مناجاتیں ہیں۔ کیا تمام عبادات کے آپ جامع



تھے یا کہ نہیں؟ کیا سرکار سید الشہداءؑ پر گریہ فرماتے تھے یا نہیں؟ یہ سب کچھ تھا پھر اللہ کا خوف دل پر طاری تھا۔ ان تمام تفصیل کے باوجود اپنے خاص اس عالم میں جس سے وہ سرکارِ احدیت سے لابلہ رکھتے ہیں نیک انسانوں کی نیکیوں کو اپنی بدیاں سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ حنات الابرار سیئات المقرین۔ کہ نیکیوں کی نیکیاں خدا سے قرب رکھنے والوں کی برائیاں ہیں۔ باوجودیکہ سرکارِ صبرِ ظاہری اور باطنی گناہوں سے پاک تھے، منزہ و معصوم تھے کبھی گناہ نہیں کرتے تھے۔ دیکھیے اپنے اور خدا کے معاملہ میں کیسی کیسی مناجاتیں رکھتے ہیں۔ سرکارِ سید الساجدین بارگاہِ احدیت میں عرض کر رہے ہیں۔

اللہی لوریکیت الیک حتی تسقط اشقار عینی  
دعاے سید الساجدین وان تحت الیک حتی نیقطع صوتی وقمت  
 الیک حتی تنتشر قدماي ورکعت لک حتی اتخلع صلبی وسجدت  
 لک حتی تنقضاء حد قای واکملت تراب الارض طول عمری وشارت  
 ماء الرما داخر دھری و ذکر تک خلال ذالک حتی یکل لسانی ثم  
 لحد ارفع طری فی الی ثوب السماء استنجیاً منك ما استرحیت بذالک  
 محوسیة واحدة من سیئاتی

میرے معبود! اگر میں اس قدر گریہ و زاری کروں کہ میری آنکھ کی پلکیں گرجائیں  
اردو ترجمہ اس قدر دردناک نعرے بلند کروں کہ میری آواز ختم ہو جائے۔ اس قدر تیری

بارگاہ میں کھڑا ہوں کہ میرے قدم و دم گرجائیں، تیری سرکار میں اس قدر رکوع کروں کہ میری آنکھ کے حد سے پھٹ جائیں۔ میں زندگی بھر زمین کی مٹی کھاؤں اور رکھ ملاؤں پانی پیوں اور اس پر تیرا ذکر اس قدر کروں کہ میری زبان ذکر کرنے سے عاجز آجائے پھر بھی میں جیسا سے اپنے سر کو آسمان کی طرف بند نہیں کروں گا۔ میں تیرے گناہوں میں سے



ایک گناہ کے بخشتے جانے کا سحق نہیں ہوں اور نہ ہوں گا (اللہ کا غفور رحیم ہی ذرا لیوے  
مغفرت ذنوب ہے)

دیکھئے معصوم امام سید الساجدین اللہ تعالیٰ  
سرکارِ صبر کا خوف خدا اور ہم؟

الساجدین کے حالات پیدا نہیں ہوئے۔ خوفِ خدا سے آپ پر غش طاری ہو جاتی تھی  
سرکارِ ولایت امیر المومنین بھی خوفِ خدا سے  
بیہوش ہو کر خشک لکڑی کی طرح زمین پر گر

پڑتے تھے۔ اب یہ وقت لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ غش کرنا تعلیم کے لئے تھا۔ بد بخت  
انسان! تم یہ کہتے ہو کہ جناب امیر المومنین اور ائمہ کا گریہ و بکا تعلیم کے طور پر تھا۔ کیا غش  
کر جانا بھی تعلیم کے طور پر تھا۔ امیر المومنین علیہ السلام اللہ سے ڈرتے تھے۔

جو امیر المومنین سے بالاتر ہیں، یعنی سرکارِ رسالت  
خوفِ خدا و سرکارِ رسالت  
وہ بھی اللہ سے ڈرتے تھے۔ سرکارِ رسالت

اس قدر گریہ فرماتے تھے کہ انہیں غش ہو جاتا تھا۔ اس پر حدیث کی نص موجود ہے۔  
کلان یسبکی حتی الغشی علیہ۔ حضور روتے تھے۔ یہاں تک کہ غشی طاری ہو جاتی  
تھی۔ آج کل اسی پیغمبر کی امت کے افراد خوفِ خدا نہیں رکھتے، سرکارِ رسالت باوجودیکہ  
معصوم تھے۔ ان سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قل انی اخاف ان عصیت ربی  
اے رسول!۔ ان سے کہہ دے میں اس سے ڈرتا ہوں کہ اللہ کا گناہ کر دوں۔

آنحضرتؐ بآلِ عظمت و جلال بآلِ مرتبہ رسالت و خاتمیت فرما رہے ہیں  
کہ اگر میں عصیت کر دوں تو اللہ سے ڈرتا ہوں۔ تو نے تو یقیناً گناہ کئے ہیں اس لئے  
اب تو کہہ دے میں اللہ سے ڈرتا ہوں "میں بھی چاہتا ہوں کہ ایک دفعہ کہوں۔  
میں اللہ سے ڈرتا ہوں" اگر اس پر ایک آنسو جاری ہو جائے بلکہ اس سے کوئی



ایسے کام ہو جائے جو ہماری بخشش کا سامان ہو جائے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مجلس جب گرم ہو جائے تو ہمارا دل گھبراتا ہے، میں ایسے لوگوں کو کہتا ہوں کہ تمام عمر تم نے خدا کے لئے کیا کیا ہے۔ اب ہی اس دل کو کچھ دیر گھبرانے دے، اس دل گھبرانے سے نہ ڈرنا کہہ دے میں اپنے پالنے والے سے ڈرتا ہوں۔ کہہ دے میں یوم عظیم سے ڈرتا ہوں، اور جان لے اختیار ہو جا کہ یوم عظیم سے مراد قبض روح کا دن ہے۔ کہہ دے کہ میں جان کنڈن کی تلخی سے ڈرتا ہوں۔ کہہ دے میں حضرت ملک الموت پر نظر کرنے سے ڈرتا ہوں، میں اس کے ملاحظہ سے ڈرتا ہوں، کہہ دے کہ میں ڈرتا ہوں، کہہ دے کہ اپنے بد ور دگار کا گناہ کروں۔ سرکار رسالت فرماتے ہیں کہ میں ڈرتا ہوں کہ اپنے رب کا گناہ کروں۔ پھر میرے اور تیرے جیسے بد بخت کیا کہیں۔ یہی کہیں میں ڈرتا ہوں کہ اپنے بد ور دگار کا گناہ کروں، ابھی ہم ”افی الخلف“ میں ڈرتا ہوں، ”افی الخلف“ کے معنی کہ اے کس کس مقام پر کہنا چاہئے۔ بیان نہیں ہوا اگر خدا نے چاہا تو بیان ہوگا۔

اب میں چاہتا ہوں کہ اس مجلس کا تہمتہ اس معصوم امام مہرکار

## حالات سید الساجدین

سید الساجدین کے حالات پر ہو۔ جو اللہ تعالیٰ کا خوف

و خشیت بہت ہی اپنے دل میں لئے ہوئے تھے۔ باوجودیکہ آپ امام ہیں پھر اللہ سے خائف ہیں۔ لیکن میں اور آپ ان تمام گناہوں کے باوجود جن سے ہماری پشت خم ہو چکی ہے۔ اللہ سے خوف نہیں کرتے۔ ہمارے دل میں خوف بالکل نہیں ہے۔ کونہ میں آپ کی ایک عجیب حالت تھی اور شام میں آپ کی حالت اس سے بھی سخت تر تھی بلکہ سخت ترین تھی۔ جو مصیبتیں آنحضرت پر شام میں پڑیں کسی دوسری جگہ نہیں پڑیں میں حضرت کے مصائب پر ایک مختصر سا تبصرہ کرتا ہوں۔

آنحضرت کی خمیہ میں یہ حالت تھی کہ مرض میں مبتلا

## مصابب بعد شہادت عظمیٰ

زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ سرکار سید الشہداء کی



شہادت کے بعد بڑی بڑی افواج خیم میں داخل ہوئیں۔ جس فرش پر آپ لیٹے ہوئے تھے۔ ان اشتیاق نے فرش خواب کو آپ کے نیچے سے کھینچ لیا۔ شمر ملعون نے ارادہ کیا کہ حضرت کو شہید کر دے۔ جو لوگ اس ملعون کے ہمراہ تھے، انہوں نے کہا اس علیل و مریض کو نہ مارو، راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا سبحان اللہ! یہ لوگ جنہوں نے بچوں کے شہید کرنے میں بھی کسر اٹھا نہیں رکھی، اس نوجوان مریض سے اس لئے درگزر کر رہے ہیں کہ اسکے بارے کے لئے اسکی یہ بیماری ہی کافی ہے۔ یہ مرض ہی اسے ختم کر دے گی۔ اسی حالت میں عمر سعد ملعون وہاں آ پہنچا۔ اس نازک وقت میں اللہ تعالیٰ نے حرم سید الشہدا کی عورتوں کو اہم کیا۔ انہوں نے زور زور سے رونا شروع کیا اور گریہ و بکا میں اسنے آوازیں بلند کیں۔ تاکہ یہ ملاء عنہ ہمارے قتل کا ارتکاب نہ کریں اس پر عمر سعد ملعون نے کہا لا تعرضوا لهذا الغلام اس لڑکے سے تعرض نہ کرو لیکن قتل گاہ میں جب کہ اس بیماری کی حالت میں خاردار طوق پہنائے ہوئے سید سجاد کو لائے اسوقت کی کیفیت سرکارِ صبر خود اس طرح بیان فرماتے ہیں :-

**سرکارِ صبر قتل میں** | ہمیں اونٹوں پر سوار کر دیا گیا اور کوفہ بیجا ناچا یا۔ جب میری نظر قتل پر پڑی میں نے دیکھا کہ تمام شہداء نے راہ خدا اسی طرح بے غسل و کفن و بے دفن پڑے ہوئے ہیں۔ مجھے یہ اس قدر گراں گزرا کہ قریب تھا کہ میری روح بدن سے پرواز کر جائے۔

**صدقہ زینب کا تسلی دینا** | میری اس حالت کو دیکھ کر میری پھوپھی زینب کبریٰ نے کہا :-

مَالِي أَرَاكَ تَجُودُ بِنَفْسِكَ يَا لِقِيَّةَ حَبْدِي وَابْنِي وَابْنَتِي۔ اے یادگار حبد و پیر و برادر! میں تجھے کیا دیکھ رہی ہوں کہ تو اپنی زندگی ختم کرنے پر آمادہ ہے میں نے کہا میں جنم کیوں نہ کروں اور کیوں نہ دوں۔ حالانکہ میں اپنے آقا اور سردار اپنے



بھائیوں اپنے چچا اور اپنے چچا کے بیٹوں اور اپنے باپ کے انصار کو خاک و خون میں غلطالے گودے کفن دیکھ رہا ہوں۔

علیہا جناب زینب کبریٰ نے امام کو تسلی دی، اور بشارت دی کہ ان کے ہونے اعضا کو خاص اہل حق جمع کریں گے۔ اور لوگ ان قبور شریفہ پر آخری زمانے تک جمع ہوتے رہیں گے۔ اور تیرے والد بزرگوار سید الشہدا کی قبر پر نشان نصب کریں گے۔ اس قبر کے آثار پرانے نہیں ہونگے اور اس کے نشانات محسوس ہوں گے۔ دن اور رات برابر گزرتے رہیں گے۔ مگر یہ آثار قائم رہیں گے۔ پھر آپ نے حضرت ام امین کی روایت کی ہوئی حدیث شریف کو بیان کیا۔

اس سے آپ علیہا جناب زینب کبریٰ کی جلالت شان صدیقیہ زینب

کی جلالت شان اور عظمت قدس کا اندازہ کیجئے کہ انہوں نے ان حالات میں امام علیہ السلام کو تسلی دی۔ ان مصائب کو ہم نے اجمالاً بیان کیا ہے۔

ہمارے علیل و مریض امام پر جو واقعات شامِ شوم میں گزرے ہیں

وہ ان حالات سے شدید ترین ہیں وہ ایسے نہیں۔ ابھی تک میں

ٹھیک طور پر ان کی کہنے کو نہیں پہنچا۔ پس اس قدر جان لیجئے کہ آنحضرت اور اہل بیت کی حالت ایسی تھی کہ نیک جیسا شقی السان اپنی شقاوت کے باوجود متاثر ہوا۔

لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔ نسئلك اللہم باسمک

الاعظم یا اللہ۔



بِسْمِ اللَّهِ

# موعظتہ در کربلا و حی فداہم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سبحانک یا الہی بحمدک لا ثناء علیک ائت کما اثبتت علی نفسک  
 تنزهت سرادقات جمالت عن سمیۃ التقدیر والاحوال تقدست ذقالت  
 ملکوتک عن وسعۃ التغبیر والزوال مد العدا لا علی فوق کل عال  
 والجلال الاحمد فوق کل جلال یا ملک ویا متعال یا متوحدا  
 بالعظمت والکمال نحمدک علی جمیع الاحوال ونشکرك بالغد والاصال و  
 نستهدیک لا فضل الا اعمال ونصلی علی نبیک محمد نبی الرحمة  
 واماہر الایمۃ المنتجب من طینۃ الکرم وسلالة المجد الاقدم  
 ومفخر الفخار المعرق وفرع العلاء المثمر المورق وعلی اهل بیتہ  
 الامناء والسادة الصغیاء والبررة الاتقیاء القائمین علی الحجۃ  
 البیضاء علیہم من اللہ افضل التحیۃ والثناء مادامت الارض والسماء  
**نظم جناب امیر** عباد اللہ اللہ فی اعز الانفس علیکم واجبتہا الیکم  
 فان اللہ قد اوضح لکم سبیل الحق فانار طریقہ فشقوۃ لازمۃ وسعادة  
 دائمة (نجم البلاغہ)

**ترجمہ** | بندگوان خدا! نفس کے معاملہ میں خدا سے ڈرو۔ وہ نفس جو تمہیں سب سے  
 زیادہ عزیز و محبوب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حق کی راہ کو واضح  
 کر دیا ہے۔ اور اس کے رستوں کو روشن کر دیا ہے۔ اب اس کے بعد یا دائمی بدبختی  
 ہے یا سعادت ابدی ہے۔



جناب امیر اور شعار موعظہ | یہ چند جملے نداء جناب امیر ہیں امیر المومنین

فرماتے ہیں۔ بانارول اور کوچوں میں جارچی (نادی کرنے والے) کی طرح ندا فرماتے تھے  
بانارول اور صراؤل میں پکارتے تھے۔ کبھی فرماتے تھے "تجهزوا بحکمہ اللہ فقد  
نودی فیکم بالرحیل" خدام پر رحم کرے سامان سفر کے ساتھ تیار ہو جاؤ کوچ  
کا نقارہ بج چکا ہے، فرماتے تھے خدا سے اس نفس کی سلامتی طلب کرو۔ جو تمہیں سب  
سے زیادہ عزیز ہے۔ تم جانتے ہو اور تمہیں معلوم ہے کہ نفس کا سب سے زیادہ  
عزیز ہونا کیا ہے۔ تمہیں اپنی جان کی قسم! بتاؤ کہ کیا تم جو چیز چاہتے ہو۔ اسی  
کے لئے نہیں چاہتے۔ مہارافکر و خیال سب اسی کے لئے ہے۔ ذرا غور کرو کہ آپ  
نے اس کے حال پر رحم کیا ہے یا کہ نہیں۔ سرکارِ ولایت علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ  
کی راہ تمہارے لئے واضح ہے اور اس کے رستے روشن ہیں۔ اب جبکہ آخرت کا رستہ  
اس قدر واضح اور نورانی ہے اب ہر شخص بھی راہ حق کو پا لے گا۔ وہ دائمی شفیق اور  
ابدی بدبخت ہو جائے گا۔ اور جس کسی نے اس رستہ کو نہ چھوڑا وہ ابدی سعادت مند  
ہو جائیگا۔

دوستی و دشمنی کا معیار | اگر تو نے امیر المومنین کی ان باتوں کو سن لیا تو تو امیر المومنین

امیر المومنین کا دشمن ہے سرکارِ رسالتؐ نے فرمایا ہے :-  
"محمدؐ کا دوست وہی ہے جس نے اللہ کی اطاعت کی اگرچہ جسمانی فتنے کے  
لحاظ سے وہ حضورؐ سے دور ہی ہو۔ محمدؐ کا دشمن وہی ہے جس نے اللہ کی معصیت  
کی، اگرچہ وہ ان کے خویش و اقربا سے ہی ہو۔ محمد مصطفیٰؐ کا دوست وہی ہے  
جو اللہ کی اطاعت کرے سرکارِ رسالتؐ اور امیر المومنینؑ کے کلام میں کوئی فرق



نہیں ہے۔ وہ بھی اسی طرح فرماتے ہیں۔ المختصر آپ جان لیجئے کہ امیر المومنین کی دوستی زبانی باتوں سے صحیح محضوں میں پوری نہیں اترتی۔ اگر ہمارے یہی حالات رہے تو میں ڈرتا ہوں کہ ہمارے امور درست نہیں ہونگے۔ آپ سنیں یا نہ سنیں میں کہہ رہا ہوں کہ ان حالات میں ہمارے کام درست نہیں ہوں گے۔

مومن کا دل خانہ خدا | آج میں ایک دعا کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ یہ محبت حضرت باری تعالیٰ اور محبت محمد مصطفیٰ ام، محبت امیر المومنین و

محبت ائمہ طاہرین ہمارے مردہ اور نجس دلوں پر اثر کرے۔ جب تک آپ کے دل خیالات باطلہ سے نجس ہیں۔ آپ کے کام درست نہیں ہوں گے۔ جو مسجد نجس ہوگئی ہو بھلا اس میں نماز کس طرح ہو سکتی ہے۔ مومن کا دل بھی اللہ کا گھر ہے۔ اگر نجس ہو جائے تو نماز کس طرح پڑھ سکتے ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی ہوئی کہ ہمارے لئے ایک گھر بناؤ، آپ نے عرض کیا خدا یا تو مکان سے پاک منزہ ہے ارشاد ہوا مومن کا دل میرا گھر ہے۔ پس یہ دل تعظیم الہی کا مقام ہے۔ اسے شکوک و شبہات سے نجس نہ کیجئے۔

دعا۔ ہاں میں چاہتا ہوں دعا کروں کہ ابھی ابھی ہمارا کام درست ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ سے میں امید رکھتا ہوں کہ ہماری طرف ایک نظر لطف فرمائے، ان ضائع شدہ دلوں پر ایک نگاہ ڈالے انشاء اللہ، خدا یا اگر تو ایک نگاہ ہمارے دلوں پر فرمائے تو ہمارے سب کام درست ہو جائیں، چنانچہ تو نے ایک نگاہ عصائے موسوی پر فرمائی تھی۔ ان کے تمام کام درست ہو گئے تھے۔

نگاہ لطف الہی اور | جس وقت اللہ تعالیٰ کی نگاہ لطف عصا و دست موسیٰ علیہ السلام پر پڑی۔ ارشاد فرمایا۔ ماتلك بمیدانک یا موسیٰ۔ موسیٰ! یہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ عرض



کیا علی عصائی - پالنے والے! یہ میرا عصا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا یہ اس کا لطف تھا۔ مرحمت اور ملاطفت تھی۔ ورنہ وہ جانتا تھا۔ کہ یہ عصا ہے حضرت موسیٰؑ کو اذہ سے بشریت خوف ہوا کہ مبادا امر الہی ہو کہ اس عصا کو بھی خوف سے دور کر دجیسا کہ ان کے مبعوث ہونے کے وقت ارشاد فرمایا تھا کہ تمام دنیاوی اسباب و متعلقات کو اپنے سے دور کر دو۔ یہاں تک کہ جوتل کو بھی الگ کر دو۔ اس لئے آپ نے ڈر کر عرض کیا۔ پالنے والے! یہ میرا عصا ہے اس پر میں سہارا لے کر کھڑا ہوتا ہوں۔ اپنے موشیوں کو اسی سے ہانکتا ہوں۔ اس سے میرے اور بھی مطالب و مقاصد وابستہ ہیں۔ میں اس سے بہت سے کام لیتا ہوں۔ حضرت موسیٰؑ کے اس عصا پر اور دست مبارک پر لطف الہی کی نظر پڑی۔ ارشاد فرمایا۔ موسیٰؑ! اس عصا کو زمین پر ڈال دو۔ بونہی آپ نے اسے زمین پر ڈالا۔ وہ ایک ایسا حیوان ہو گیا جو ہر اس چیز پر جو روئے زمین پر تھی غالب تھا اور دست مبارک میں ایک نور ظاہر ہوا جس نے تمام روشنیوں کو حتیٰ کہ آفتاب کی روشنی کو بھی ماند کر دیا۔

وَعَا۔ اب میں دعا کرتا ہوں۔ بارِ الہا۔ ہمارے مردہ دلوں پر بھی ایک لمحہ کے لئے نگاہِ لطف فرما۔ کہ ان میں ایک ایمانِ کامل پیدا ہو جائے۔

غور کیجئے کہ نگاہِ لطفِ الہی کیا سے کیا بنا دیتی ہے۔ مثلاً فرعون کی بیوی (حضرت آسیہ)

جس نے فرعون کے گھر میں تربیت پائی تھی چونکہ اس نے اللہ تعالیٰ سے ایک رابطہ پیدا کر لیا تھا۔ جب لطفِ الہی اس کے شامل حال ہوا تو اسے حضرت صدیقہ کبریٰ فاطمہ زہراؑ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰؑ کی کفو و شان میں شامل فرمایا اور بارِ فرعون کے ساتھ اس پر نگاہِ لطف اسی طرح دربارِ فرعون کے



کے جادوگر ہیں۔ جادوگر کا فر ہوتا ہے۔ پہلے یہ سب کافر تھے۔ جب ابتدا میں انہوں نے اپنا کام شروع کیا تو لیسیم اللہ کی بجائے "بعضۃ فرعون" کہہ رہے تھے اسی وقت تھوڑی سی نظر الملیٰ ان پر پڑی۔ پردے اٹھ گئے۔ سجدے میں گر پڑے۔ ہم عرض کرتے ہیں خدایا! ایک نظر لطف ہم پر بھی فرما۔ تاکہ پردے اٹھ **دعا** جائیں، اور یہ شکوک و شبہات ہمارے دلوں سے زائل ہو جائیں انشاء اللہ امید ہے کہ اس معبود نے ایک نظر لطف ہم پر فرمائی ہے۔

**چند مجالس** اب میں چاہتا ہوں کہ ان مجالس و مقامات کا ذکر کروں جو ہمیں درپیش ہیں۔ حضرات! آپ سمجھ لیجئے کہ ہم اس جگہ (دنیا میں) اپنے اختیار سے نہیں آئے۔ اور نہ ہی ہم اپنے اختیار سے یہاں رہیں گے تمہارے خالق نے تمہیں خلق کیا ہے۔ دیکھئے کہاں لے جائے۔ تمہیں چند مجلسیں درپیش ہیں۔ جو کہ تنبیہ کا مقام ہیں۔

**مجلس عزا** پہلے یہ مجلس کہ جو ان مجلسوں کا نمونہ ہے آپ صبح و سالم، زندہ و سلامت اس مجلس میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ میرے جلیسا حقیر و یا بیچ انسان کچھ بیان کر رہا ہے۔ آپ اپنے خیال میں مست ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ہم نہیں سمجھتے یہ کیا کہتا ہے۔ یہ مجلس ان دوسری مجلسوں کا نمونہ ہے، اس وقت آپ با اختیار اور آسودہ بیٹھے ہوئے ہیں، لیکن ان دوسری مجلسوں میں آپ کو نہ اختیار ہوگا اور نہ آسودگی ہوگی۔

**دوسری مجلس مقام تنبیہ ہے** میں نہیں جانتا کہ وہ دوسری مجلس کونسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک دن آپ کی آخری گھڑی آئے گی۔ وہ تنبیہ کا وقت ہوگا۔ اس وقت آپ ہموار و بے طاقت ہو جائیں گے۔ اب میں وعظ کرتا ہوں۔ آپ کہتے ہیں ہم نہیں سمجھتے۔



## مجلس قبض روح | جس وقت اللہ کا مقرر کیا ہوا نمائندہ تجھ اس دنیا سے

ایک جانے کے لئے تشریف لائیگا۔ جو نہی نگاہ فرمائے گا  
آپ کی تمام قوتیں رخصت ہو جائیں گی۔ اس وقت جب اسے لاکھ لاکھ نفس کا مارا  
بھی مطلوب ہوتا ہے تو تمام مرنے والے جب آنکھ کھولتے ہیں تو اسے اپنے ہرانے  
موجود پاتے ہیں۔ اس نے سرکار رسالت کی خدمت میں اس حقیقت کو اس طرح بیان  
کیا ہے کہ تمام دنیا میرے سامنے ایک سر کی کھوپری بلکہ نصف کھوپری کے برابر ہے  
جناب امیر علیہ السلام اس کے قبض روح کی کیفیت کو بیان فرماتے ہیں۔ جب  
یہ آئے گا تو پہلے محضر کی زبان سے قبض روح کرے گا۔ زبان بند ہو جائے گی  
پھر اس کی قوت کو سلب کرے گا۔ لیکن آنکھیں دیکھ رہی ہوں گی اور کان سن رہے  
ہوں گے۔ اس کے بعد کانوں کی شنوائی ختم ہو جائیگی۔ اور آنکھیں دیکھ رہی ہوں گی  
مگر کان نہیں سنیں گے۔ تمام قوتوں کے بعد آنکھوں کی طاقت کو بھی لے لیگا۔  
آپ نے دیکھا ہوگا کہ آخری وقت آنکھیں کس طرح حرکت کرتی ہیں۔

## عزرائیلؑ کی دو طرح آمد | اس کا لوگوں کی قبض روح کے لئے آنا دو طرح پر ہے

وہ خود خدا کے چار مقرب فرشتوں میں سے ایک ہے  
جو نہ کہ وہ آپ کی قبض روح کرتا ہے اس لئے یہ فرشتہ آپ کا پسندیدہ و مطبوع نہیں ہے  
اس کا آنا آپ کو بھلا معلوم نہیں ہوتا۔ بعض لوگ ایسے ہیں کہ گویا وہ حضرت عزرائیلؑ  
سے دشمنی رکھتے ہیں۔ آپ کو جان لینا چاہئے کہ عزرائیلؑ سے دشمنی خدا سے دشمنی ہے  
حضرت عزرائیلؑ کا نور بھی حضرت جبرائیلؑ کی مانند ہے۔ لیکن اس نورانیت کے  
باوجود عالم نزع میں ایک فاسق و فاجر کو وہ اس قدر نہیں اور سیاہ نظر آتے ہیں کہ اس  
سے بڑھ کر ممکن نہیں ہے۔ مجھے ان کے اوصاف سے واقفیت نہیں۔ دیکھئے وہ ہم سے  
کس طرح ملاقات فرماتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ جب وہ مومن کی قبض روح کے لئے



آتے ہیں تو اس کے سامنے اس طرح آکر کھڑے ہوتے ہیں جیسے حقیر غلام اپنے امیر آقا کے سامنے کھڑا ہو۔ سب سے پہلی بات وہ یہ کہتے ہیں "میرا پالنے والا تجھے سلام پہنچاتا ہے" اگر مرد مومن کے لئے کوئی اور نعمت نہ بھی ہو تو یہ سلام ہی کافی ہے بعض ایسے انسان ہیں جو مومن تو نہیں مگر ان کی معرفت اور عبادت پہلے گروہ کے درجہ تک نہیں پہنچی ہے۔ چند صحیح احادیث میں ہے کہ ملک الموت ایسے لوگوں کو خود قہر میں فرماتے ہیں۔ کہ کوہِ رازِ الہی الا اللہ اور تمام ان چیزوں کو جن کا تعین کرنا ضروری ہے تائید فرماتے ہیں۔ اور شیاطین عدلیہ کو بھی ان سے دور کرتے ہیں بعض دوسروں کے پاس اس طرح آتے ہیں کہ حضرت ابراہیم خلیل الرحمن فرماتے ہیں کہ اگر مومن کیلئے کوئی اور نعمت نہ بھی ہو تو اس کا دیکھنا ہی کافی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے چاہا کہ ملک الموت انہیں اس طرح بھی نظر آئیں جس طرح وہ کافر کے پاس آتے ہیں جب ملک الموت اس شکل و ہیئت میں حضرت ابراہیمؑ کے سامنے آئے تو آپ عرش فرما گئے ہیں نے بیان کیا کہ کسی وقت وہ تشریف لاتے ہیں تو اللہ کی طرف سے سلام لاتے ہیں اور بعض دوسروں کے پاس آتے ہیں تو فرماتے ہیں "البشر ملعنة اللہ" "اے خدا کی لعنت کی خوشخبری ہو" اے مردِ بیچارہ و فقیر اے فرزندِ آدم اپنے پالنے والے سے درست معاملہ کرو ورنہ ہلاک ہو جائیگا۔

**مجلس زیرِ خاک** | مجالسِ تنبیہ میں سے تیری تیسری مجلس زیرِ خاک ہے۔ اب تک جو کچھ ہم نے بیان کیا وہ مجالسِ بستر پر یا زمین پر تھیں۔ مجلس زیرِ خاک نہ تھی۔ آپ کو قبر میں لٹاتے ہی روح کو قبر میں لے جائیں گے۔ حکم ہوگا کہ اسے بدن میں لوٹائیں روح کمر تک داخل ہو جائیگی اور جسم پر مقصرت ہو جائیگی اور میت میں ایک طرح کا شعور پیدا ہو جائیگا کہ ہاتھوں کے ہلانے کی آواز کو سنیگی۔ ہاتھوں کے جھٹکے کو سمجھیں گی جب لوگ لوٹ جائیں گے تو ان کے پاؤں کی آہٹ کو سنے گی



جس وقت مجھے سیدہ طاہرہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی بات یاد آتی ہے میرے دل میں سونش پیدا ہو جاتی ہے۔ آپ نے امیر المومنینؑ کی خدمت میں عرض کیا تھا یا علی! جب آپ مجھے دفن کر چکیں صلیبی سے پیری قبر سے نہ چلے آنا۔ بلکہ کچھ عرصہ مٹھنا۔  
 اہل جب میت اس حالت و حشر میں پڑی ہوئی ہوگی ایک ہی دفعہ دیکھے گی کہ شخص قبر میں داخل ہوئے ہیں۔ میت اگر نیک ہے تو اس تمنا فی اور وحشت کے عالم میں اسے رب العزت کی طرف سے خطاب ہوگا۔

**خطاب رب العزت** | اے میرے بندے! کیا لوگ تجھے تنہا چھوڑ گئے اور اس وحشت کی حالت میں تجھے کیا نفع پہنچا سکتے تھے۔ میں تیرا معبود ہوں اور تیرے بارے میں ہر بان ہوں۔ اب مجھے علم نہیں کہ ہمارے لئے بھی اس طرح ہوگا یا کہ نہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر اس طرح ہوا تو تو فرشتے سوال کے لئے آتے ہیں وہ پیشرو و پیشیر ہوں گے نہ کہ منکر و نکیر! پھر وہ سوال کریں گے اس بارے میں بتائیں مختلف ہیں، جواب دینگی، بعض کا جواب درست ہوگا، ان میں سے بعض سے دریافت کریں گے کہ تو نے یہ جواب کہاں سے حاصل کیا۔ وہ کہیں گے میں نے لوگوں سے سنا وہ ایسا کہتے تھے۔ میں نے بھی ایسا کہنا۔ یعنی معرفت خدا اور دوسرے اصول دین میں تقلید پر اکتفا کیا ہے۔ یہ عقائد میں ضعیف لوگ ہیں۔ چند اور میں جن سے سوال کریں گے اور وہ درست جواب دینگے۔ پھر ان سے سوال کریں گے تم نے یہ کہاں سے جانا۔ وہ کہیں گے یہ ایسا امر ہے جسکی طرف میرے پالنے والے نے مجھے ہدایت فرمائی اور مجھے یہاں تک پہنچا دیا۔ یہ ایمان نوری ہے جو اللہ کے لطف و کرم سے اکثر میں ظاہر ہوتا ہے بعض ایسے ہونگے جو کوئی جواب نہیں دے سکیں گے۔ بعض ایسے ہونگے جو جواب دینگے مگر آواز نہ ملے گی۔ میرے اس بندے نے جھوٹ بولا۔ ان



تین مجلسوں کے علاوہ ابھی چار مجلسیں اور ہیں۔ آپکو چاہیے کہ ان چار مجلسوں کے متعلق بہت ہی ڈریں۔

**خوف العکاس** | سب سے زیادہ خوف ہے وہ خوف العکاس ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ جو الطاف اور ہر بنیال اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے قرار دی ہیں ہم سے ایسے افعال صادر نہ ہو جائیں جس سے وہ ہر بنیال ہمارے برعکس ہو جائیں اور کلی طور پر خدا سے قطع تعلق کا سبب ہو جائیں۔ اب میں اللہ تعالیٰ کے الطاف اور اسکے برعکس ہو جانے کو جو ہماری طرف سے ہوتا ہے بیان کرتا ہوں۔ اللہ کے الطاف کی طرف میں نے اشارہ کیا تھا۔ اب بھی کسی قدر بیان کرتا ہوں۔

آپ جو اس وقت یہاں بیٹھے ہوئے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ہمارا مال ہم دیکھتے ہیں آخر کس کا ہے؟

**جو کچھ ہے خدا کا ہے** | فرض کیجئے کہ آپ جنگل میں گئے۔ کھٹاڑے کے ساتھ آپ نے بہت زیادہ مشقت و محنت کی تکلیف اٹھائی اور ایک گٹھا ایندھن کا لے آئے۔ بتائیے میں بھی غور کروں کہ یہ مال کس کا ہے۔ یہ تجھے کس نے دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ خدا نے عطا فرمایا ہے۔ سائلے کہ اس کمانے کی قوت اور قدرت اسی نے مرحمت فرمائی ہے۔ مع جو کچھ ہے خدا کا ہے ہمارا کیا ہے؟

**الطاف لے پایاں** | ابا جو دیکھ اس نے تمام چیزیں تمہیں مرحمت فرمائی ہیں جیسا کہ آپ نے جان لیا ہے پھر ایک چیز آپ سے اس شخص کی طرح طلب کرتا ہے جو خود کچھ نہ رکھتا ہو۔

مَنْ ذَا الَّذِي يَفْرِضُ اللَّهُ قَرْضًا نَفِيسًا عَلَيْهِ أَيْ كَوْنِي هُوَ خُذَا كُو  
قَرْضِ حَسَنَ دے کہ خدا اس کے لئے کئے گنا زیادہ کر دے۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَمْوَالَهُمْ وَاَنْفُسَهُمْ بِاَنْ لَّهِمُ الْجَنَّةَ



اللہ تعالیٰ نے مومنین سے انکے مال اور جانوں کو خرید کیا ہے جن کی قیمت جنت ہے یعنی لے مومنو! میں تم سے جنت کے معاوضہ میں تمہارے اموال اور تمہاری جانوں کو خرید گیا ہوں میں جانتا چاہتا ہوں کہ آپ میں سے کسی نے اللہ کے اس الطاف پر غور کیا ہے یا نہیں؟ لطفِ خدا پر غور کیجئے فرماتا ہے کہ اگر کوئی شخص میری خوشنودی کے لئے برادر مومن کی ملاقات کیلئے جائے وہ البتہ گویا کہ وہ اپنے خدا کی زیارت کیلئے گیا ہے ایک اور لطف پر غور کیجئے کہ قیامت کے دن بعض اشخاص سے ناراض نہیں ہوگا۔ فرماتا ہے میں کیوں ناراض نہ ہوں کہ تو میری عبادت کو نہ کیا یعنی میرا بندہ مومن بیمار ہوا تھا تو نے کیوں اسکی بیمار پرسی نہ کی۔ یعنی جو مومن کی عبادت کرے۔ اللہ اس سے قیامت کے دن ناراض نہیں ہوگا۔

**صدقہ** | اس زمانے میں تمام امور برعکس ہو گئے ہیں۔ لوگوں نے انہیں تبدیل کر دیا ہے فقر اور مسکین بھوکے ہیں۔ کوئی انہیں کھانا نہیں دیتا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مسکین کے کھانا کھلانے کو (قرآن مجید میں) اپنے ایمان کے قریب جگہ دی ہے۔

الآیۃ :- اِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَلَا بِحُضْرِ عَلٰی طَعَامِ الْمَسْكِيْنَ ۔

کیونکہ وہ اللہ عظیم پر ایمان نہیں لاتا اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا۔ اس نے صدقہ دینے کی ترغیب فرمائی ہے۔ جب میت کو قبر میں رکھیں اس کے لئے کچھ صدقہ دیں۔ اگر صدقہ دینے کیلئے کچھ نہ ہو تو میت کے لئے دو رکعت نماز وحشت پڑھ دیجئے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ اس صدقہ کی کچھ کیفیت اور ثواب بیان کر دو جو تیری نظر میں نہیں آتا۔ لطف الہی کو دیکھئے۔ حکم ہے جو بھی مقدر ہو وہی صدقہ دیجئے۔ اگرچہ وہ کھجور کا نصف نانہ ہی ہو۔ حضرت پیغمبر علیہ السلام ان صحابہ کو جو بہت ہی فقیر تھے نصف خرمادیتے تھے۔ غرضیکہ جو بھی مقدر ہو وہی صدقہ دیجئے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ جو کچھ آپ فقیر کے ہاتھ پر رکھتے ہیں۔ گویا



میرے ہاتھ پر کہ میں تمہارا خدا ہوں رکھتے ہیں

**صدقہ کے متعلق** اسرارِ صدق امام جعفر صادق علیہ السلام جب کسی فقیر کو کچھ دیتے تھے تو دوبارہ اس سے لیکر چومتے تھے اور پھر اسے دیتے تھے۔  
**شعارِ صادق آل محمد** اور فرماتے تھے صدقہ خدا کے ہاتھ میں پہنچتا ہے۔

**الطاف الہی** اور اللہ کی مہربانیاں سینے گناہگاروں سے فرماتا ہے۔ اے میرے بند و جنہوں نے حد سے زیادہ گناہ کئے ہیں پھر بھی مجھ سے کہ میں تمہارا خدا ہوں یاؤں نہ ہو جائے۔ یہ ایسا مقام عفو ہے کہ انسان کو چاہئے کہ خجالت سے مرجائے۔ کامل سرکشی اور طغیان کے بعد پھر بھی گنہگار کو اپنا بندہ کہہ کر خطاب فرماتا۔ اولاد حضرت یعقوب اپنے بھائی کو جس پر چوری کا الزام تھا "اٹھنا" ہمارا بھائی نہیں کہتے تھے۔ کہتے تھے تیرا بیٹا جس نے چوری کی ہے نہ کہ ہمارا بھائی، اب اللہ کے لطف و کرم پر غور کیجئے۔ باوجود اس اسرار کے جو ہم نے گناہوں کے ارتکاب میں کیا ہے۔ پھر وہ فرماتا ہے۔

يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ اسْرَفُوا عَلَىٰ انْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا

اے میرے بند و جنہوں نے اپنے نفسوں پر اسراف کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

اب اے گناہگارو! آؤ اس کی بارگاہ میں استغاثہ کریں، فریاد کریں اور ایک قطرہ آنسو بہائیں، اگرچہ ہمارے گناہ زیادہ ہیں۔ مگر اس کا لطف و کرم اس کا عفو اور اس کی رحمت ان سے کہیں زیادہ ہے۔

یہ تو کیوں کہ کہوں میں لائقِ تعزیر نہیں  
 بدترے رحم سے بڑھ کر مری تقصیر نہیں میری نہیں



خود سرکار رسالت کے زمانہ میں بعض لوگ ایسے تھے جنہوں نے بہت سنگین گناہ کئے تھے۔ انہیں یقین نہیں تھا کہ خدا انہیں بھی بخش دے گا۔ مثلاً وحشی وغیرہ یا انک کہ حکم ہوا اے پیغمبر انہیں بلاؤ اور میری زبان سے انہیں کہو "سلام علیکم" تم پر سلامتی ہو اللہ تعالیٰ کی ان ہر باتوں کو ہم نے عمل طور پر بیان کیا ہے۔ مگر ہمارا تعلق خدا کے ساتھ اس طرح پر ہے کہ ان ہر باتوں کے باوجود ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ العباد باللہ اگر معاملہ برعکس ہو جائے کہ نوبت جہنم تک نہ پہنچ جائے۔ فکر یہی ہے کہ کہیں ایسی صورت میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ بعض ایسے گنہگار ہونگے کہ جو نہی انہیں جہنم میں داخل کرینگے پھر باہر نکال لیں گے۔ بعض کچھ عرصہ تک آگ میں جلیں گے بعض سو سال تک اور بعض کچھ جہنم میں رہیں گے۔ بعض ان سب سے بدتر ہیں۔ مجھے اس حالت کی فکر ہے اور خوف معلوم ہوتا ہے انہیں خطاب ہوگا "انا نسیا نکم" یعنی "اے گنہگار وہم نے تمہیں بھلا دیا ہے" خدا نسیان و فراموشی نہیں رکھتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب تمہارا کام درست نہیں ہوگا۔

دعا۔ خدا یا ہم تیرے ضعیف بندے ہیں۔ امید رکھتے ہیں کہ اس مجلس میں ہمارا کام درست فرمادے ہماری نوبت "انا نسیا نکم" تم نے تمہیں فراموش کر دیا "تک نہ پہنچے۔ انشاء اللہ آپ میری تقریر سے متاثر ہوئے ہیں خوف خدا سے کچھ روئے بھی ہیں اسباب اس گریہ خوف پر ایک اور گریہ بھی کریں۔

تسبیح وہ بزرگوار ہیں کہ جن کے لئے خوف کے تمام اقسام جمع ہو گئے تھے اور مخلوق کے رحم کرنے کے تمام اسباب ان سے سید الشہداء منقطع ہو گئے تھے۔ انشاء اللہ رحم امید کامل رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم پر کامل رحم فرمائے گا۔ یہ امر ایک جہت رکھتا ہے۔ چونکہ مخلوق نے مظلوم کو بلا کسی جہت سے بھی رحم نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے تمام اسباب ان مظلوم میں قرار دیئے ہیں۔ ہم جب اس مظلوم پر گریہ و زاری کریں گے امید ہے کہ اس مظلوم کی برکت



سے ہم پر رحم کیا جائے گا۔ کیا اب آپ جاننا چاہتے ہیں کہ اس مظلوم سے مخلوق کے رحم کے تمام اسباب کس طرح منقطع ہو گئے تھے۔

**قابل رحم شیر خوار** | مثلاً ایک شیر خوار بچہ پر جو پیاس سے ہلاک ہو رہا ہو ہر قوم کے افراد اپنی صداقت کے باوجود رحم کریں گے اور اسے ایک قطرہ پانی ضرور دیں گے۔ لیکن بزدلی کا فرد نے ایسے بچہ پر رحم نہیں کیا۔ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ سرکار سید الشہداء روز عاشور کسی خواہش کا اظہار نہیں فرماتے تھے۔ مگر چند مقامات پر آپ نے خواہش کی مگر اس شیر خوار بچہ کے لئے خواہش کی۔ غور کیجئے دیکھئے چند چیزیں آنحضرت کی خواہش میں تھیں۔

**پہلی چیز** | ایک یہ کہ تم خود ہی اس بچہ کو پانی پلا دو۔ یہ خواہش نہیں کی کہ مجھے پانی دو میں اس بچہ کے لئے بیجاؤں بلکہ خود ہی شرط بیان کر دی اور اس بچہ کو لے لو خود اسے ایک قطرہ پانی دیدو جو بات اس حدیث سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ سید الشہداء کی ہر مصیبت بعد از اول سے بے مثل تھی اس خبر سے معلوم ہوتا ہے کہ بچہ آخری سالوں پر تھا جب اسے لائے نہیں کہ اس کے لئے پانی لیں، فرما رہے تھے کیا تم نہیں دیکھتے کہ یہ پیاس سے کس طرح تھلا رہا ہے۔ ٹھپ رہا ہے۔ آنحضرت تک آپ اسے اٹھائے ہوئے تھے تاکہ اس کے لئے پانی حاصل کر سکیں۔

**دوسری چیز** | دوسری چیز جو اس حدیث سے معلوم ہوتی ہے یہ ہے کہ پیاس کی شدت سے مال کا دودھ خشک ہو گیا تھا۔ کیونکہ اگر دودھ ہوتا تو شیر خوار بچہ پانی کا محتاج نہ تھا۔ اور قریب تھا کہ پیاس سے ہلاک ہو جائے۔ سرکار شہادت اسے لے آئے کہ شاید بچہ پر رحم کریں۔ اب میں نہیں جانتا کہ سید الشہداء جو کبھی خواہش نہیں کرتے تھے آئے اور ایک قطرہ پانی کی خواہش کی انہوں نے وہ بھی نہیں دیا کاش اس پانی نہ دینے پر ہی اکتفا کرتے۔ انہوں نے تو ایسا کیا کہ امام مظلوم کا قلب مبارک



درد سے بھر گیا۔ میں نہیں جانتا کہ اس حالت میں آنحضرتؐ نے اس مذبح پر کس طرح نظر ڈالی۔

موازنہ علی اصغر و ابراہیمؑ | روایت ہے کہ سرکارِ رسالتؐ کو میں داخل ہوئے۔ دیکھا کہ انکا بیٹا ابراہیمؑ حالتِ نزاع میں ہے معلوم نہیں کہ ابراہیمؑ بچہ ہی تھے یا پس سرکارِ رسالتؐ | ہوسے ہو گئے تھے۔ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ آپؐ نے ابراہیمؑ

کو گود میں لیا اور فرمایا بیٹا! کیا کر دل حکمِ خدا ہے صبر کرتا ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ نزاع میں تھے، سہی پیلے سے تھے اور نہ ہی تیر کا زخم اُنکے گلے پر تھا۔ سرکارِ رسالتؐ کی حالت بدل گئی۔ میں نہیں جانتا کہ سید الشہداءؑ کی کیا حالت ہوئی ہوگی۔ بچہ اس حالت میں ان کی گود میں حالتِ نزاع میں تھا۔ میں نے مجلس کو کچھ طول دیدیا۔ میں چاہتا تھا کہ گریہ زیادہ ہو۔ تاکہ خدا کے مہربان کی نظر اس مجلس پر پڑے ان مجالس کو ہم ذخیرۂ آخرت سمجھتے ہیں۔ ہمیں ان مجالس میں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ گریہ خوف کی برکت سے! اور اس مظلوم پر گریہ کی برکت سے کہ جس کے لئے تمام خوف جمع ہو گئے تھے۔ ہم گناہگاروں پر رحم کرے اور ہمیں ان طرح طرح کے خوف سے جو ہمیں درپیش ہیں نجات دے۔

لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔ لَسْتُ بِكَ اللَّهُمَّ وَنَدَعُكَ بِاسْمِكَ  
العظیم الاعظم یا اللہ - یا اللہ - یا اللہ - یا اللہ



باسمہ تعالیٰ

# ومن موعظہ فی سرکلا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خطبہ سبحانک یا الہی وحمدک لا احصى ثناء علیک کما اثنیت علی نفسك تحیرت  
فی اشعة انوار جمالك اوہام المتوہمین و تقاصرت عن کنہ کمال افکار المتفکرین و  
اضحلت فی لوا مع شوق لقایک اسرار الکاملین و ترعزت لجمال احدیتک  
و کمال صمدیتک قلوب العارفین محمدک یا ربنا فوق حمد الحامدین و نشوکرک الہنا  
فوق شکر الشاکرین و نصلى و نسلم علی نبیک محمد افضل الانبیاء و المرسلین و المبعوث  
رحمة للعالمین المنتخب من مصباح البہاء و مشکوٰۃ الضیاء و شرف البطحاء و اوج  
الشرف الاقدس و خبۃ الامکان فی الافس و علی اہل بیتہ الامیۃ الاتقیاء و البرۃ  
الازکیاء علیہم من اللہ الاف التحیۃ و الثناء ما دارت الحضار علی الغبراء  
و استنارت الغبراء من الحضار

موعظہ کیا ہونا چاہئے | کل مجلس پر کیفیت موعظہ طاری تھی سوال تھا کہ کیا موعظہ الیسا ہونا  
چاہئے جو لوگوں کے مقبول طبع ہو۔ لوگ اسے پسند کریں  
اگر یہ صورت ہے تو پھر موعظہ کی کوئی ضرورت نہیں۔

واعظ ظاہری و | بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ میں یہ کہو نکا کہ آپ ایک اور موعظہ کے  
انتظار میں بیٹھے۔ اس وقت تو موعظہ ہمارے لئے مقرر رکھنا ہے۔ اس  
واعظ باطنی | کا فائدہ ہے۔ لیکن اس موعظہ کے وقت اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس  
وقت آپ موعظہ سننے پر مائل نہیں ہیں۔ آپ نہیں چاہتے کہ کوئی موعظہ سنائے۔ ایک اور  
واعظ آپ کے پاس آیا تو اللہ ہے میں باطنی واعظ نہیں ہوں۔ وہ واعظ جو تشریف لانے والا



باطنی واعظ ہے۔ چاہئے کہ اس واعظ کے کیسے پہلے ایک موعظ سن لیں تاکہ اس واعظ سے پہلے ہم موعظ  
نئے مستفید ہو چکے ہوں۔

**ساری کائنات موعظہ کیلئے ہے** | یہ تمام چیزیں جو آپ دیکھ رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے  
قرا دی ہیں یہ فرشتے، یہ زمینیں، یہ جو کچھ ان زمینوں میں ان  
زمینوں پر اور ان زمینوں کے درمیان ہے یہ سب کچھ ہمارے موعظہ کیلئے پیدا کیا گیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ  
ارشاد فرماتا ہے۔ مَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعْبَادٍ وَمَا خَلَقْنَا هَؤُلَاءِ لَأَعْبُدُوا  
ہم نے آسمانوں، زمینوں کو اور جو کچھ ان دونوں میں ہے کھیل کے طور پر پیدا نہیں کیا۔ ہم نے ان دونوں کو پیدا  
نہیں کیا مگر حق کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ اگر ان ہی پر آپ غور کریں تو موعظہ کیلئے کافی ہے اب اگر ہم موعظہ کریں  
تو موعظہ ایسا ہو جس میں خوف خدا ہو۔ لوگوں کا دل نہیں چاہتا کہ ایسا موعظہ کیا جائے جس میں خوف ہو، ڈر ہو  
ان کا دل چاہتا ہے کہ موعظہ ایسا ہو جس میں خوف نہ ہو۔ تنذیر نہ ہو۔ آپ خدا کے متعلق دھوکے میں ہیں اور  
جان لیجئے کہ یہ دھوکا تمہارے قدیمی دشمن شیطان کی صفت ہے۔ رِعْزُكُم بِاللّٰهِ الْغُرُورُ  
تمہیں اللہ کے بارے میں غرور نے دھوکا دیا۔ غرور شیطان کا نام ہے جو تمہیں دھوکا دیتا ہے  
اب تمہارا دل چاہتا ہے۔ کہ تمہارے لئے کوئی ایسی تقریر کرے جس میں  
**نائب ابلیس واعظ** | خوف اور تنذیر نہ ہو تمہیں دھوکے میں ڈال دے، مغرور کر دے۔ جو شخص  
اس طرح کا دھوکے میں ڈالنے والا، مغرور کرنے والا (یعنی بغیر خوف و تنذیر) موعظہ بیان کرتا ہے  
و تقریر کرتا ہے وہ ابلیس کی نیابت کرتا ہے۔ لوگوں کو دھوکے میں ڈالنے والا، مغرور ابلیس کا نائب ہے  
لوگوں کو خاطر جمع اور مطمئن کرتا ہے اور انہیں گناہوں کی برأت اور جہارت دلاتا ہے۔ چاہتا ہے کہ  
لوگوں کو کسے ڈر و مت مطمئن رہو میں تو اس طرح نہیں کرتا۔ بلکہ میں کہتا ہوں آپ خود عقل مند ہیں اپنے  
حالات اور اپنے امور کا ملاحظہ کیجئے۔

**خوف خدا اور سرکار رسالت** | اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے ارشاد فرماتا ہے۔ قُلْ أَتَى الْخَافِ  
عَذَابِ يَوْمٍ عَظِيمٍ۔ اے رسول! کہہ دے کہ میں یوم عظیم



کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ تمہارے دل چاہتے ہیں کہ میں اس کے برعکس تمہارے سامنے تقریر کر دوں  
 غور کیجئے کہ محصور و گناہ سے منزہ پیغمبر کس طرح خوفِ خدا سے گریہ و زاری کرتا ہے تو اس قدر گناہوں  
 کے باوجود ذرا فکر بھی نہیں کرتا۔ ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میری باری کے دنوں میں  
 جب سرکارِ رسالت میرے پاس ہوتے تھے۔ کبھی کبھی میں دیکھتی تھی کہ آپ مکان کی چھت پر ایک  
 گوشہ میں تشریف لیجاتے تھے۔ سجدہ میں گر کر آپ اس قدر روتے تھے کہ مقامِ سجدہ کے ارد گرد تمام  
 جگہ تر ہو جاتی تھی اور اس حالت میں بارگاہِ احدیت میں عرض کرتے تھے۔ رب لا تکلنی الی الفی  
 طرفۃ عین ابدًا۔ پالنے والے! مجھے آنکھ پھپکنے کے عرصہ میں بھی میرے نفس کے سپرد نہ فرما۔  
 آپ نے سمجھ لیا کہ رسول اللہ خدا سے ڈرتے تھے تو اب خواہ ڈر یا نہ ڈر۔

**ایک خبر۔** آج میں ایک تازہ خبر آپ کے بیان کرتا ہوں۔ یہ خبر خود ہم سے ہی منقول ہے۔ ہمارے مہمانوں  
 (قسطنطنیہ) وغیرہ سے نقل نہیں ہوئی ہے۔ میں یہ خبر آپ کے بیان کرتا ہوں بشرطیکہ آپ تسلیم کر لیں  
 کہ میں نے صحیح کہا ہے۔ وہ خبر یہ ہے کہ میں دیکھتا ہوں۔ جو کچھ ہم اپنے متعلق کہیں درست ہے  
 لیکن جو ہمارے امورِ خدا سے تعلق رکھتے ہیں جھوٹ ہیں۔ مثلاً آپ بیوی، اولاد، بچوں اور اپنے مال و دولت  
 سے محبت رکھتے ہیں درست ہے صحیح ہے۔ لیکن خدا کی محبت میں آپ سچے نہیں ہیں۔ کیا میں نے یہ  
 ٹھیک کہا ہے؟ یا کہ نہیں؟ مثلاً اگر آپ کسی سے امید رکھتے ہیں تو یہ صحیح ہے اگر آپ کسی سے خوف رکھتے  
 ہیں تو یہ بھی درست ہے۔ اگر سب لوگوں سے آپ یہ تعلقات رکھتے ہیں صحیح ہیں۔ لیکن آپ جو خدا  
 سے تعلق رکھتے ہیں امید نہیں بذمہ ہے، دروغ ہے، جھوٹ ہے، درست نہیں۔ دیکھئے کہ کچھروں  
 کے اہل کارانِ فیل کی کس طرح خدمت کرتے ہیں، جان، مال اور ایمان سب ان کے سپرد کر دیتے  
 ہیں، خدا کو حاضر و ناظر جان کر بتلائیے کہ کیا یہ بندگی ہے جو آپ کرتے ہیں۔ لیکن جو کچھ ہے وہ یہ بات  
 ہے کہ گنہگار کہتے ہیں کہ ہم خدا سے امید رکھتے ہیں۔

**ارشاد جناب امیر** حضرت امیر المؤمنین ارشاد فرماتے ہیں۔ یدعی بذمہ افہ یرجو اللہ و اعظم  
 ما بالہ لا یتبہن رجائہ فی عملہ فکل من رجائہ فی عملہ فکل رجائہ محقق



الارجلہ اللہ فانہ مدخول فکل خوف محقق الا خوف اللہ فانہ معلول ایک بیمار شخص اپنے خیال میں دعویٰ کرتا ہے کہ وہ خدا سے امید رکھتا ہے جو بھوٹ کتا ہے۔ خدا کی قسم اگر وہ سچ کہتا پھر اللہ سے امید اس کے اعمال سے ظاہر کیوں نہ ہوتی۔ جو کوئی امیدوار ہواس کی امید کا اثر ظاہر ہے مگر امید بہ خدا کہ وہ بھوٹ ہے اور اسکا اثر ظاہر نہیں ہے۔ اور ہر خوف محقق ہے۔ مگر خدا سے خوف معلول ہے۔ اب آپ خود غور کیجئے کہ جہاں کہیں بھی آپ امید رکھتے ہیں وہ تحقیق ہے مگر خدا کے معاملہ میں مجازی ہے، دروغ ہے۔ ہماری تازہ خبروں میں سے ایک یہ خبر ہے کہ جو

تعلق ہم غیر خدا سے رکھتے ہیں ٹھیک ہے اور جو کچھ خدا کے ساتھ رکھتے ہیں وہ غلط اور دروغ ہے۔  
**ایک تازہ خبر** ہماری تازہ خبروں میں سے ایک تازہ خبر یہ بھی ہے کہ ایک اور شخصیت ہم

اپنے باطن میں دیکھ رہے ہیں، جو پیر آخرت میں منتقل ہونے والی ہے اسے لوگ کہتے ہیں ہم کہاں اور یہ مرتبہ کہاں؟ مانا کہ ہم مسلمان نہیں ہو سکتے، البتہ نہیں ہو سکتے نہ ہو جائے مگر کم از کم ابو جہل تو نہ ہو جائے حقیقتہً میرا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے باطن پر کچھ غور و فکر کریں۔ نہ ہم میں رحم موجود ہے نہ انصاف نہ مروت موجود ہے نہ غیرت۔ اے بے رحم! اے بے انصاف! اے بے مروت! اور اے بے غیرت انسان! کم از کم ان صفاتِ نبیہ کو تو اپنے سے دور کر کے۔ معلوم ہے کہ میں بے رحم، بے مروت اور بے غیرت کیوں کہہ رہا ہوں میں دیکھتا ہوں آپ کے گھر کے دروازہ پر ایک بیمار پڑا ہوا ہے۔ آپ اسے دوا نہیں دیتے، آپ کے سامنے ایک مثبت پڑی ہوئی ہے۔ آپ اسے غسل نہیں دیتے۔ کفن نہیں پہناتے دفن نہیں کرتے، اصلہ رحم نہیں کرتے، آپ اپنے دلیس کہیں گے کہ آپ تو ایسے نہیں ہیں میں کہتا ہوں، آپ خوب تامل فرمائیے، غور کیجئے، سمجھئے تاکہ میں نے جو کچھ کہا اسے ثابت کر دوں۔

میں نے کہا آپ ایک مریض رکھتے ہیں وہ بیمار آپ کی اپنی جان عزیز ہے۔ کہ نہ آپ اسے دوا دیتے ہیں اور نہ غذا دیتے ہیں نہ اسکی خبر گیری کرتے ہیں۔ نہ آپ اسے پوچھتے ہیں "اے میری جان عزیز! تو کس بیماری میں مبتلا ہے میں تجھے اسکی بیماریاں بتاتا ہوں۔ آپ تپ لازم میں مبتلا ہیں تپ محرقة تپ مطیقة امراض الحرق

**ایک مریض اور روحانی امراض**



(بھوک کی مرض) اور آتشک ہے۔ آپکا اہل یورپ کی طرف میلان دنیا کی محبت کے لیے لازم نتیجہ ہے آپ کس قدر بیماریوں میں مبتلا ہیں۔ انہیں اس بیماری کی بیماری پر سی کیجئے۔

**آتش زدگی** | بعض اوقات آپکے ہسپتالوں کے مال آگ لگ جاتی ہے، ہر چیز وہ فریاد کرتے ہیں آپ انکی فریاد سی نہیں کرتے۔ سینے، یہ ہمسائے آپ کے اعضاء و جوارح ہیں۔ انہیں

گناہوں کی آگ لگی ہوئی ہے۔ آپ کا پیٹ فریاد کر رہا ہے کہ مجھے حرام مال کھانے کی آگ لگی ہوئی ہے

آپکی آنکھیں فریاد کر رہی ہیں کہ نامحرم پر نظر ڈالنے کی آگ میں جل رہی ہیں۔ زبان فریاد کر رہی ہوں۔ اسی طرح

تمام اعضاء و جوارح گناہوں کی آگ میں تڑپ رہے ہیں۔ جتنا بھی وہ فریاد کرتے ہیں ہم انکی فریاد کو نہیں پہنچتے

**صلہ رحم** | آپ اپنے قوم اور قبیلے کے لوگوں سے صلہ رحم نہیں کرتے کسی قسم کا بھی صلہ رحم نہیں کرتے

یہاں تک ایک "سلام" تک بھی نہیں کہتے "صلہ رحم بہت اچھی چیز ہے۔ اگرچہ ایک سلام سے ہی کیوں

نہ ہو۔ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ صَلُّوا اِرْحَامَكُمْ بِالْسَّلَام یعنی اپنے رشتہ داروں سے سلام سے

ہی صلہ رحم کیجئے۔

**ایک جانکنی میں مبتلا** | میں نے بیان کیا ہے کہ ایک مختصر حالت نزع میں آپکے گھر کے دروازہ

پر پڑا ہوا ہے آپ اسے رو بقیہ بھی نہیں کرتے۔ آپکو معلوم ہے کہ یہ

مختصر کون ہے؟ میں بتلاتا ہوں "آپکی جان عزیز ہے" اس دنیا سے جانا چاہتی ہے متواتر مختصر ہے

اب جاری ہے اسے خدا کی طرف متوجہ کیجئے یہی اس کا رو بقیہ ہونا ہے۔

"اے انسانو! اللہ اور سوچو بعض روایات میں ہے کہ بعض لوگ ایسے ہیں کہ مرنے کے وقت

فرشتے انکا رخ قبہ سے پھیر دیتے ہیں۔ میں نے آپکو بتلادیا اب آپ علاج کیجئے کہ آپ انہی

وقت رو بقیہ خدا کی طرف متوجہ ہوں

**ایک میت** | اے مختصر آپ ایک میت کہتے ہیں وہ پڑی ہوئی ہے نہ آپنے اسے غسل دیا ہے، نہ

کفن پنا یا ہے اور نہ اس کیلئے نماز جنازہ پڑھی ہے۔ آپنے جان لیا کہ یہ میت کون ہے۔ آپ ہی

کی "جان عزیز" ہے۔ یہ میت اگرچہ زندہ ہے مگر اسوقت مردہ ہے۔ کچھ لوگ دربارِ سرکارِ رسالت



میں موجود تھے حضرت انیس ہر عظمہ فرما رہے تھے۔ ان اہل مجلس کے بارے میں آیت نازل ہوئی  
 اِنَّكَ لَا تَسْمَعُ الْمَوْتٰی۔ آپ بھی اگر آج عمل نہیں کر رہے مردہ ہیں۔ اس مردہ کے متعلق فکر کیجئے کہ  
 تو اس پر رحم کیجئے۔ اس کیلئے کم از کم ایک آیت ہی پڑھ دیجئے۔ غفلت کی انتہا ہو چکی ہے۔ آخر اپنی  
 عمر کا حساب کیجئے دیکھئے کہ کس قدر عمر گزر چکی ہے۔ اس مدت میں کس قدر مروت اور غیرت موجود ہے  
 اس میت کو نہ آپ نے غسل دیا ہے نہ کفن پہنایا ہے۔

**غسل میت** اب آج آپ آئیے اس میت کو جو گناہوں کی نجاست سے آلودہ ہے رحمت  
 کے پانی سے پاک کیجئے اور سمجھ لیجئے کہ اگر آج آپ نے اسے آبِ رحمت سے پاک کر لیا تو پھر  
 تینوں غسل، غسلِ سدر، غسلِ کافور اور غسلِ قراح مفید ہو سکتے ہیں پاک کر سکتے ہیں۔ ورنہ ان  
 غسلوں کا کوئی فائدہ نہیں۔ آئیے اسے آنسوؤں کے پانی سے غسل دیجئے۔ یہ غسل غسلِ سدر ہے اس  
 غسلِ سدر کے بعد غسلِ کافور سے غسل دیجئے۔ یہ غسل آبِ رجا، امیدواری کے پانی سے غسل ہے  
 پھر غسلِ قراح دیں۔ یہ غسل خالص توبہ کا غسل ہے۔ اگر توفیق ہمارے شامل ہوئی  
 اور ہم اس طرح غسل دینے میں کامیاب ہوئے۔

**تلاوت** اتواب چاہئے کہ دو تین آیات قرآنیہ اس کیلئے پڑھیں۔ انشاء اللہ یہ مردہ پھر زندہ ہو جائیگا  
 ایسا زندہ کہ پھر اس کیلئے موت نہیں ہے۔ اس وقت ایک آیت کی تلاوت اگر تاثیر کر جائے تو سو  
 سال تک قبر پر چراغ و شمع جلا کر قرآن پڑھنے سے بہتر ہے۔ مجھے علم نہیں کہ کفن پر قرآن لکھنا جائز  
 بھی ہے یا کہ نہیں۔ فرض کیجئے کہ آپ نے لکھ بھی لیا تو اس کا کیا اثر ہے یا فائدہ ہے اس وقت وقت ہے  
 کہ قرآن کو خود اپنے دل پر لکھ لے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ اس میت کے لئے دو تین آیات قرآنیہ پڑھوں  
 ممکن ہے نتیجہ خیز ہوں اور ممکن ہے کہ اس سے یہ مردہ زندہ ہو جائے گی۔

**دو تین آیتیں** اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔ فَلَا تَحْسِبَنَّ اللّٰهَ مَخْلُوفًا وَعَدًا  
 رَّسُلُهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ۔ گمان نہ کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان وعید  
 کے خلاف جو اس کے رسولوں نے کئے ہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ صاحبِ قدرت و قوت اور صاحب



اتقام ہے۔ رجوظالمول سے مظلوموں کا بدلہ لیا۔ اور تبدیل الارض غیر الارض والسموت وبرزہ اللہ الواحد القہار کس وقت اتقام لیا یعنی یہ زمین اور آسمان بدل جائیں گے اور تمام لوگ امر خدائے واحد و قہار کے لئے صحرائے قیامت میں جمع ہونگے اور ظاہر ہوں گے۔ وتری المجرمین مقرنین فی الاصفاد سر اسیلہم من قطلان لغشی وجوہم النار۔ تو مجرموں کو وہاں اکٹھے بندھے ہوئے دیکھے گا۔ انہیں بہت جلدانے والے تبنے کے لباس پہنائے جائیں گے اور ان کے چہروں کو آگ کے پردوں سے ڈھانپا گیا ہو گا۔

تری المجرمین ناکسوار و سہم۔ تو مجرموں کو سر جھکائے ہوئے دیکھیں گا۔ اس کے بعد ایک اور کیفیت کا ذکر کیا ہے۔ وامتازنا لہم الیوم المجرمون حکم ہو گا۔ اسے مجرموں کا حکم ہو جاؤ۔ انشاء اللہ ہم نے آپ کے اس مردے کو جو آپ کی جان عزیز ہے۔ آنسوؤں کے آب سرد سے غسل دے لیا۔ اور ندامت کا غسل کا فور بھی ڈے لیا۔ اور خالص توبہ کے آب خالص قراح سے بھی غسل دے لیا۔ اور مردہ پر قرآن بھی پڑھا اور اسے لباس تقویٰ کا لباس بھی پہنا دیا تمام کام ہو چکے۔ اب آخر میں آئیے اس مردہ کو دفن بھی کریں اس مردہ کو امام مظلوم کی قبر پر لیجا کر قبر مطہر کے سامنے دفن کریں۔ بلکہ میں تجھے اس سے بھی بلند و برتر بات کہتا ہوں۔ کیا ضروری ہے کہ میں کہوں کہ اس مردے کو مظلوم کر بلا کی قبر مطہر کے سامنے لے جائیے۔

مومن کا دل میں تو یہ کہتا ہوں کہ آئیے اپنے دلوں کو مظلوم کر بلا کی قبر قرار دیجئے۔

فیقلب من والاہ قبارہ۔ ان لوگوں کے دلوں میں جو سید الشہداء سے محبت رکھتے ہیں۔ سرکار سید الشہداء کی قبر ہے۔

آئیے امام حسینؑ سے صحیح محبت کرنے والوں میں داخل ہو جائیے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان الفاظ میں اثر پیدا کرے گا۔ اور آپ اثر کو قبول کریں گے۔ اور دل کے پودے اس کے پھولوں سے بارور ہو جائیں گے۔

فستلک اللہم وند عوک باسمک العظیم الاعظم۔ یا اللہ

تمنت بالنجیر